

گلدستہ توحید



جس میں قرآن کریم، احادیث صحیحہ، کتب توارخ اور حضرات فقہائے
احناف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی عبارات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ
مصیبت کے وقت مافوق الاسباب طریق پر بغیر اللہ کو پکارنا ناجائز ہے
شرک کی تردید کے علاوہ معتزلیوں کے جملہ قابل ذکر استدلالات کے جوابات
بھی درج کر دیے گئے ہیں اور اصنام و اوثان کی پوری حقیقت بھی بیان کر دی گئی ہے



شائع کردہ

مکتبہ صفدریہ نمونہ نصرۃ العلوم گوہرانوالہ

﴿جملہ حقوق بحق مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ محفوظ ہیں﴾

طبع ۲۰..... اگست ۲۰۰۵ء

۸

نام کتاب گلدستہ توحید
تالیف شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالزہد محمد سرفراز خان صفدر
مطبع مکی مدنی پرنٹرز لاہور
تعداد ایک ہزار
قیمت ()
ناشر مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

﴿ملنے کے پتے﴾

- ☆ مکتبہ قاسمیہ جمشید روڈ بنوری ٹاؤن کراچی ☆ مکتبہ حلیمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی
- ☆ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی ☆ ادارہ النور بنوری ٹاؤن کراچی
- ☆ مکتبہ امدادیہ ملتان ☆ مکتبہ حقانیہ ملتان
- ☆ مکتبہ مجیدیہ ملتان ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
- ☆ دارالکتب عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور ☆ بک لینڈ اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ الحسن حق سٹریٹ اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
- ☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی ☆ اسلامی کتب خانہ اڈا گامی ایبٹ آباد
- ☆ مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد ☆ مکتبہ العارفی فیصل آباد
- ☆ مکتبہ رشیدیہ حسن مارکیٹ نیو روڈ میگورہ ☆ مکتبہ امدادیہ حسینیہ پنڈی روڈ چکوال
- ☆ مکتبہ رحمانیہ قصہ خوانی پشاور ☆ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
- ☆ مکتبہ حفیہ فاروقیہ اردو بازار گوجرانوالہ ☆ کتاب گھر شاہ جی مارکیٹ لکھنؤ
- ☆ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک ☆ مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک

فہرست مضامین

- ① مقدمہ: جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مشرکین عرب کو کیا اختلاف تھا؟
- ② باب اول: شرک کی مذمت
- ③ باب دوم: شرک کی کوئی عبادت مقبول نہیں ہو سکتی۔
- ④ باب سوم: لا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا کے الفاظ سے شرک کی تردید
- ⑤ باب چہارم: لا تُشْرِكْ بِدِينِنَا أَحَدًا وغیرہ سے شرک کی تردید
- ⑥ باب پنجم: پیغمبروں، مولویوں، پیروں، فرشتوں اور جنات کی پستش بھی شرک ہے
- ⑦ باب ششم: بتوں کی اصل حقیقت کیا ہے؟
- ⑧ باب ہفتم: کیا مشرکین عرب خدا کو نہ مانتے تھے؟
- ⑨ باب ہشتم: کیا مشرکین عرب نماز، روزہ، حج، قربانی وغیرہ کے منکر تھے؟
- ⑩ باب نہم: کیا مشرکین عرب نعت، قرآن اور قیامت کے انکار کی وجہ سے مشرک قرار پائے؟
- ⑪ باب دہم: غیر اللہ کو مصیبت کے وقت پکارنا کیوں شرک ہے؟
- ⑫ باب یازدہم: کیا مشرکین غیر اللہ کو مستقل اور کلی طور پر منار سمجھ کر پکارا کرتے تھے؟
- ⑬ باب دوازدہم: کیا دونوں کا معنی نیچے، ورے، سامنے کے بھی آتے ہیں یا نہیں؟
- ⑭ خاتمہ: دلائل سے فریق مخالفت کو غیر اللہ سے مصیبت کے وقت پکارنے اور استعانت کے جواز کا شبہ ہوا ہے، ان کے جوابات

دیباچہ طبع ہفتم

مُبَسَّمًا وَمُحَمَّدًا لَا وَمُصَلِّيًّا

اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر ہے کہ گلدستہ توحید کو جو سرسری طور پر لکھا گیا تھا حد سے زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اور مسلمانوں کے ہر طبقہ میں وہ یکساں ذوق و شوق کے ہاتھوں سے لیا گیا۔ اور محبت ہی نہیں بلکہ عشق کے دل و دماغ سے سوچا گیا اور عقیدت کی آنکھوں سے پڑھا گیا۔ عربی اور دینی مدرس کے علاوہ انگریزی مدرسوں، اسکولوں، کالجوں اور دیگر مختلف مجلسوں میں پڑھا گیا اور اس سے فائدہ اٹھایا گیا حتیٰ کہ اکثر جدید اور محقق علماء کرام نے اسے بہت زیادہ پسند فرمایا، اور یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ محض طے ہی عرصہ میں سابق ایڈیشنوں کی طرح چھٹا ایڈیشن بھی ختم ہو کر بالکل نایاب ہو گیا۔ اب بعض درد دل رکھنے والے دوستوں نے اس کی طباعت ہفتم کا انتظام کر دیا ہے، خدا تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اس ایڈیشن میں بعض اکابر اور احباب کے مزید مفید مشورے اور بعض ضروری ترامیم بھی شامل ہیں اور بظاہر یہ کہنا صحیح ہے کہ گلدستہ توحید کا یہ مکمل اور آخری و صحیح ایڈیشن ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اسندہ یہی طبع ہوتا ہے گا۔

ابوالزاہد محمد سرفراز خاں صفدر

۸ رجب ۱۳۹۵ھ

۱۸ جولائی ۱۹۷۵ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

مقدمہ

قارئین کرام :- حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں نہ کوئی سچا آدمی پیدا ہوا اور نہ پاکباز۔ ان کی صداقت، امانت، عدالت، عفت، سخاوت، صلہ رحمی، مہمان نوازی، کمزوروں سے ہمدردی اور وعدہ وفا کی وغیرہ بے شمار خوبیوں میں دُنیا اُن کی نظیر پیدا کرنے سے قاصر رہی ہے، اور تاقیامت قاصر رہے گی، اور اُن کی ان خوبیوں کا اقرار اُن کے دشمنوں اور مخالفوں کو بھی صاف لفظوں میں کرنا ہی پڑا ہے۔ لیکن اس کے باوجود سب سے زیادہ نکالیف کا سامنا حضرات انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کو کرنا پڑا ہے اور جناب سید المرسل، فخر الانبیاء اور خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسانوں میں سب سے زیادہ مصائب اور امتحانات انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو برداشت کرنے پڑے ہیں۔ پھر اُن کو جو اُن کے قریب تر ہوں۔ پھر اُن کو جو اُن کے قریب تر ہوں۔ (ادکما قال۔ مشکوٰۃ ص ۳۶۱ والذی

ص ۳۶۵ والترمذی ج ۲ ص ۶۷۰ وقال حسن صحیح)

اور ان سب سے بڑھ کر مصائب و آلام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برداشت کئے ہیں۔ آپ کو دشمنوں نے پتھر برساکر لہو لہاں کیا، شعب ابی طالب میں مجبوس کیا۔ تمام قوم نے بائیکاٹ کیا۔ آپ کے راستہ میں کانٹے بچھائے گئے۔ آپ کی گردن مبارک پر اوجھری ڈالی گئی۔ ایک مرتبہ آپ کے

گلے مبارک میں چادر لپیٹ کر اس زور سے آپ کو کھینچا گیا کہ گردن مبارک میں
بڑھیاں پڑ گئیں۔ آپ کو گالیاں دی گئیں۔ جب آپ باہر نکلتے تو شیر لڑکے
آپ کے پیچھے پیچھے غول باندھ کر چلتے۔ ایک شقی اور بد بخت نے آپ کے
سر مبارک پر خاک ڈال دی اور ایک موقع پر آپ کو شہید کرنے کا پورا پورا انتظام
کر دیا گیا کہ اچانک حضرت ابو جرحہ آگئے اور پُر زور مداخلت کر کے آپ کو دشمنوں
کے زعم سے نکالا اور یہ فرمایا کہ اس شخص کو قتل کرتے ہو جو صرف یہ کہتا ہے کہ
میری پرورش کرنے والا صرف ایک ہی ہے۔ غرضیکہ دشمنوں نے آپ کو
تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ کہنے والوں نے کیا کچھ نہ کہا، حامدوں
نے کس بات سے دریغ کیا جو بغض اور حسد میں نہ کسی جاتی ہو۔ مفسدوں کی مفسدہ
پردازی، موفذیوں کی ایذا اور ظلم و جور کی دھانچہ کیا کمی تھی۔ کبھی کاہن کہا کبھی ساحر،
کبھی مجنوں بنایا تو کبھی مفتری ٹھہرایا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اور آپ کے جاں نثاروں پر جو جانگداز واقعات گزرے، ان کو پڑھ کر
دل کانپ جاتا ہے اور بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

حضرت صحابہ کرام پر ظلم و جور | حضرت سمیہؓ کو ابو جہل نے نازک مقام پر
بر چھی مار کر شہید کر دیا۔ حضرت یاسرؓ بھی کافروں
کے ہاتھ سے اذیت اٹھاتے اٹھاتے ہلاک ہو گئے۔ حضرت بلالؓ کو کڑی دھڑکائی
میں ریت پر لٹایا گیا اور سینے پر وزنی لپٹان رکھی گئی۔ حضرت خبابؓ کو جلتے کوئلوں
پر لٹا کر ان کی چھاتی پر پاؤں رکھے گئے تاکہ کروٹ بدلنے نہ پائیں۔ حضرت
ابو فکیہؓ کے پاؤں میں رستی باندھ کر ان کو گھسیٹا گیا۔ حضرت ابنیہؓ کو حضرت عمرؓ
کفر کی حالت میں اتنا مارتے کہ مارتے مارتے تھک جاتے اور کہتے تھے کہ
میں نے تجھ کو رحم کی بنا پر نہیں چھوڑا بلکہ اس لیے چھوڑا ہے کہ میں تھک گیا ہوں۔
حضرت زبیرؓ کو اس قدر مارا گیا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ حضرت عثمانؓ کو چچا

نے رستی سے باندھ کر پٹیا۔ حضرت ابو ذرؓ کو کعبہ میں مارتے مارتے لٹا دیا گیا حضرت
زبیر بن عوام کو چچانے چٹائی میں باندھ کر ان کی ناک میں دھواں دیا۔ حضرت سعید بن
زید کو رسیوں سے باندھا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کو حرم کعبہ میں اتنا مارا گیا کہ
ان کا چہرہ زخمی ہو گیا۔ حضرت صہیبؓ کو پانی میں ڈبکیاں دی گئیں۔ حضرت عاتشہؓ
بن ابی ہالہ کے ناحق خون سے کعبہ کے پاس مسجد حرام کی زمین رنگین کی گئی۔ (یہ تمام
واقعات کثیب حدیث، تاریخ اور سیر میں مذکور ہیں) غرضیکہ مسلمانوں پر مصائب
الام کا ایسا طوفان برپا کیا گیا کہ بہت سے حضرات نے حبشہ کی ہجرت اختیار کر کے
دشمنوں سے جان بچائی اور جو مکہ مکرمہ میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات
میں ہے ان کو بھی تختہ مشق بنایا گیا۔ حتیٰ کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ایسے بزرگ بھی مجبور
ہو کر مکہ سے حبشہ ہجرت کرنے پر تیار ہو گئے مگر ابن دغنے کافر کی مداخلت سے ان

کا یہ ارادہ ملتوی ہوا۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۵۲)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تکالیف جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اور آپ کے حضرات صحابہ کرامؓ کو دی گئیں ان کا سبب، علت اور وجہ کیا تھی؟
کیا آپ مشرکین کو خدا کی ہستی اور ذات منوانا چاہتے تھے اور وہ اس کا
انکار کرتے تھے؟ قطعاً نہیں۔ تمام مشرکین عرب خدا تعالیٰ کو آسمان اور زمین کا خالق
اور رازق بلکہ مدبر امر اور ہر چیز کا اختیار رکھنے والا مانتے تھے جس کی پوری تفصیل آئندہ
بیان کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ کیا آپ ان کے سامنے شریعت کے اوامر
(یعنی نماز، روزہ، حج، قربانی وغیرہ) پیش کرتے تھے جن کے ماننے میں مشرکین
کو تامل تھا؟ یہ بھی نہیں کیونکہ یہ تمام عبادات کافی عرصہ کے بعد نازل ہوئی تھیں۔
ان کا مفصل بیان آگے آئے گا۔ (انشاء اللہ العزیز)

تو کیا آپ ان کے سامنے نواہی (یعنی شراب، نکاح متعہ، بے پردگی،
حرام جانوروں کے کھانے سے روکنا وغیرہ) پیش کرتے تھے۔ جس سے وہ ٹوک

سکے اور آپ کا مقابلہ کیا؟ لیکن یہ بھی نہیں۔ کیونکہ نواہی کا حکم بھی عرصہ کے بعد نازل ہوا جیسا کہ آگے ذکر آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

تو کیا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جھوٹ سنا تھا (عیاذ باللہ تعالیٰ) جس کی پاداش میں مصائب کا یہ بے پناہ طوفان اُٹھایا۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ بلا خوف تردد یہ کہا جاسکتا ہے کہ مشرکین عرب کا جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے محاسن پر اتفاق تھا کہ آپ ہمیشہ سچ کہتے اور جھوٹ سے بچتے رہے ہیں، ذیل کے دلائل ملاحظہ فرمائیے:-

① ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام قبائل قریش کو کوہ صفا پر دعوت دی اور اُن سے پوچھا، بتاؤ اگر میں تم سے یہ کیوں کہ ایک لشکر جبار اس پہاڑی کے پیچھے کھڑا حملہ کے لیے تیاری کر رہا ہے تو تم میری تصدیق کرو گے۔

قالوا نعم ما جئنا بك إلا صدقاً وفي رواية ما جئناك إلا كذبا۔ (بخاری ج ۲، مسلم ج ۱ ص ۱۱۱) انہوں نے کہا ضرور ہم نے آپ سے سچ ہی سنا ہے (اور ایک روایت میں ہے) ہمارا تجربہ ہے کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں کہا۔ خدا نے واحد کا منادی اور توحید کا پیغامبر خدا تعالیٰ کی یکتائی کا پیغام لے کر صفا کی چوٹی پر اس طرح کھڑا ہوتا ہے کہ نہ کوئی یار و مددگار ہے نہ ہمدرد اور مخوار۔ نتہا خدا کی ذات پر بھروسہ کر کے حکم الہی کی تعمیل کرتا ہے۔ مگر افسوس کہ جب آپ نے مسئلہ توحید بیان کرنا شروع کیا تو سب بگڑ گئے اور آپ کی شان میں گستاخیاں کر کے واپس چلے گئے مگر حق کی آواز کو نہ روک سکے بقول مولانا حالیؒ

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی

عرب کی زمین جس ساری ہادی

② ۱۰۰ میں ہر قل روم نے حضرت ابوسفیانؓ اور ان کے چند دیگر تجارتی رفقاء

کو (یہ سارے اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے) بلا کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق چند سوالات کئے جن میں دو سوالات یہ بھی تھے:-
۱۔ کیا اس (یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے کبھی جھوٹ کہا ہے؟
حضرت ابوسفیانؓ نے بھرے مجمع میں اقرار کیا "نہیں"۔

پھر سوال ہوا:-

۲۔ اس نے کبھی غدر بھی کیا ہے؟

حضرت ابوسفیانؓ نے کہا "نہیں" (بخاری ج ۱ ص ۱۱۱، مسلم ج ۲ ص ۹۵)

آپ حیران ہوں گے کہ پھر بات کیا تھی کہ مشرکین آپ کا ساتھ نہیں دیتے تھے۔ آئیے، قرآن کریم اور حدیث کی روشنی میں غور کریں کہ دراصل ان کا جھگڑا کیا تھا! ایک دفعہ ابو جہل نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ بے شک ہم جانتے ہیں کہ آپ صلہ رحمی بھی کرتے ہیں:-

وتصدق الحديث ولا تكذب ولکن تكذب الذی جنت به۔ (ترمذی ج ۲، متذکر ج ۲ ص ۱۵۳) اور باتیں بھی سچی کرتے ہو۔ ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ اس چیز کو جھٹلاتے ہیں جس کو آپ لے کر آئے ہیں۔

اس پر قرآن کریم میں ذیل کا ارشاد نازل ہوا:-

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْذَرُكَ الذِّمِّي يَقُولُنَّ فَإِنَّهُمْ لَوِيكَدُ بَوْنُكَ وَ لَكِنَّ الظَّالِمِينَ بَايَاتِ اللَّهِ يَحْجِدُونَ۔ (پ، انعام، رکوع ۴) ہم کو معلوم ہے کہ تجھ کو غم میں ڈالتی ہیں ان کی باتیں سودہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

مذکورہ حدیث اور قرآنی آیت سے یہ ثابت ہوا کہ مشرکین (خصوصاً) ابو جہل جو اسلام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بڑا دشمن تھا، آپ کو سچا اور بااخلاق مانتے تھے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

اس مضمون سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ ابو جہل وغیرہ مشرکوں کو توحید سے عناد تھا نہ کہ ذاتِ رسول اور ان کے مکالمِ اخلاق سے۔
اب سوال یہ پیدا ہوگا کہ کیا آیات اللہ میں سارا قرآن داخل ہے جس کا مشرکین کو انکار تھا یا اس کا کچھ حصہ تھا؟ اور وہ حصہ تھا تو کون سا تھا؟ ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

وَإِذَا تَنَادَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بِحَبِثَاتٍ
قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا انْتَرِ
يَقْرَأْنِ غَيْرِ هَذَا أَوْ يَدَّبُّهُ طُرُقُ
مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تَلْقَائِي
نَفْسِي جَإِنْ أَتَيْتُ إِلَّا مَا يُؤْتِي إِلَىٰ ط
إِنِّي أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ
يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝
(پہلا، سورہ یونس، رکوع ۲)

اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے ہماری واضح آیتیں تو کہتے ہیں وہ لوگ جن کو اُمید نہیں ہماری ملاقات کی لے آ کوئی قرآن اس کے سوا یا اس کو بدل ڈال، تو اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہہ دے کہ میرا کام نہیں کہ بدل ڈالوں اس کو اپنی طرف سے، میں تو اتباع کرتا ہوں اسی حکم کا جو آئے میری طرف میں ڈرتا ہوں، اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی، بڑے دن کے عذاب سے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین کا یہ مطالبہ تھا کہ کوئی اور قرآن ان کے سامنے پیش کیا جائے تو اس کو تسلیم کر لیں گے۔ اور اگر یہی (موجود) قرآن ان کو منوانا ہے تو اس میں ذرا تبدیلی اور ترمیم کر دی جائے۔ اب سوال یہ پیدا ہوگا کہ وہ کون سی تبدیلی اور ترمیم چاہتے تھے؟ ان کو قرآن کریم کے کس مضمون، بیان اور حکم سے انکار تھا؟ اور کس حکم پر ان کو تعجب اور تکبر تھا؟ سو وہ بھی قرآن کریم اور حدیث سے سُن لیجئے۔ مشرکوں نے کہا:-

أَجْعَلُ إِلَّا إِلَهَةً إِلَهًُا وَاحِدًا إِنْ
هَذَا الشَّيْءُ عَجَابٌ (پہلا، ص، رکوع ۱)

کیا اس پیغمبر نے اتنے الٰہوں کا ایک ہی الٰہ بنادیا ہے۔ یہ تو بڑی تعجب کی بات ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکوں کو زیادہ تر اختلاف قرآن کریم کے اس حصے سے تھا جس میں صرف ایک ہی الٰہ کے تسلیم کرنے کا حکم ہے۔ چونکہ صرف ایک ہی الٰہ کو ماننا مشرکین عرب بلکہ تمام مشرک اقوام کے معتقدات کے خلاف تھا اس لیے انہوں نے اس سے انکار کرنے میں سر دھڑکی باز مئی گئی۔

نیز ارشاد ہوتا ہے:-
إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ اللَّهِ لَكَ إِذَا قِيلَ لَهُمْ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ
سوا کوئی الٰہ نہیں تو وہ غرور (اور انکار) کرتے تھے۔
(پہلا، صفت، ۲)

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ مشرکین کا تکبر اور انکار صرف اللہ کو ایک الٰہ ماننے سے تھا۔ اس پر ان کو تعجب بھی ہوتا تھا اور اسی جزو کی ترمیم کا انہوں نے مطالبہ بھی پیش کیا تھا، جس کا جواب ابھی گزر چکا ہے۔
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دفعہ سوق ذوالحجاز میں تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے اور آپ نے مجمع میں گھس کر فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ ابو جہل نے آپ پر خاک پھینک دی اور لوگوں کو کہا، خبردار! اس کے فریب میں نہ آنا۔ (مسند احمد جلد ۴ ص ۶۳)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوق ذوالحجاز میں ایک دفعہ ارشاد فرمایا:-
يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
اے لوگو! الٰہ الا اللہ کہو تاکہ تم کامیاب
تُفْلِحُوا۔
ہو جاؤ۔

لہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہی موقع پر مشرکوں کی انتہائی اذیت کو خندہ پیشانی اور بڑی بہادری سے برداشت کرتے ہوئے ادا کر دیتے تھے یعنی الٰہ ایک اور صرف ایک ہی ہے۔

تو ابولسب نے کہا :-

إِنَّهُ صَبَّأِي كَاذِبٌ (متذکرہ ج ۱ ص ۱۵۱) بے شک وہ بے دین جھوٹا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

یہ وہی ابوجہل ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سچا مانتا تھا اور یہ بھی کہتا تھا کہ آپ کو ہم نہیں جھٹلاتے۔ لیکن جو مسئلہ توحید آپ پیش کرتے تھے اس کو سن کر وہ آپ سے باہر ہو جاتا تھا بس یہی حال آج بھی ہے کہ شرک کے شیدائی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سچا مانتے اور عقیدت کا دم توڑتے ہیں (گویا محبت کے ٹھیکیدار ہی یہی لوگ ہیں) مگر جو مسئلہ آپ نے بیان فرمایا تھا اس کا انکار بھی ہے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ کو یہ تمام تکالیف صرف خدا تعالیٰ کی الوہیت اور توحید خالص سنانے کی وجہ سے پیش آئیں اور حقیقت میں توحید کا لطف ہی جب آتا ہے کہ اس کو صاف اور کھلے لفظوں میں بیان کر کے صرف ایک ہی خدا کو حاجت روا اور مشکل کشا اور مسجود یعنی کیا جائے گو دنیاسب ہی ناراض ہو جائے ۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے بھلا میرے لیے ہے

باب اول

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَلَا إِلَهَ مَعَهُ وَلَا
يَدُ لَهُ وَلَا مِثْلَ لَهُ وَلَا مِثَالُ لَهُ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ خَيْرِ
خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ
اجْمَعِينَ ۝

أَمَّا بَعْدُ

قرآن کریم نے جتنا زور شرک کی تردید اور توحید کے اثبات پر دیا ہے اتنا زور کسی دوسرے مسئلہ پر نہیں دیا۔ اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر جناب سید المرسلین خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک جتنے بھی خدا کے نبی اور رسول تشریف لائے ان کی پہلی دعوت ہی یہی رہی ہے کہ :- مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ - اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی بھی الہ نہیں لہذا اسی ہی کی عبادت کرو۔ آئندہ اوراق میں انشاء اللہ تعالیٰ عرض کیا جائے گا کہ مشرکوں کو رب عبادت اور الہ ہی کے معنی میں غلط فہمی ہوئی اور اسی غلط فہمی کا شکار ہو کر وہ جادہ توحید سے بھٹک کر شرک کے عمیق گڑھے میں جا گرے۔ اختصاراً قرآن کریم کی چند آیات ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں جن میں شرک کی نہایت وضاحت سے تردید کی گئی ہے :-

① حضرت لقمان حکیم اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :-

لے ہجرت سے قبل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منیٰ میں لوگوں کو یہ دعوت دی کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ تو ابولسب نے کہا کہ یہ تمہیں دین آباؤ پھیرنے کی کوشش کرتا ہے، اس کی ایک رسالہ (متذکرہ ج ۱ ص ۱۵۱)

لَيْبَتِي لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ
لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (پ، لقمان ۲۶)
ایسے پیارے بیٹے! شریک نہ ٹھہراؤ اللہ کا
بے شک شریک ٹھہرانا بھاری بے انصافی ہے۔
اگرچہ دنیا میں حق تلفی اور بے انصافی عام ہے لیکن اس آیت سے معلوم ہوتا
کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی بے انصافی نہیں کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرا
جائے۔

۳۲) اللہ تعالیٰ اپنا قانون بیان فرماتے ہیں :-
إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ
وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ
وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَى
إِثْمًا عَظِيمًا (پ، ۵، نساء، ۴۸)
بے شک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا
شریک ٹھہرائے، اور بخشتا ہے اس سے نیچے
کے گناہ جس کے چاہے اور جس نے شریک
ٹھہرایا اس کا، اس نے بڑا طوفان باندھا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنا اٹل قانون (حرف ان کے ساتھ جو تحقیق
کے لیے ہوتا ہے) بیان کر دیا ہے کہ مشرک کی بخشش کسی صورت میں نہیں ہو
سکتی تاوقتیکہ وہ شرک سے توبہ نہ کر لے۔ اور شرک سے نیچے دوسرے گناہ خدا تعالیٰ
کی مشیت میں داخل ہیں جس کو چاہے معاف کرے اور جس کو چاہے مناسب سزا دے۔
ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے :-

۳۳) إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَسَمَ
اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا لَهُ النَّارُ
وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ
(پ، ۶، مائدہ، ۱۰)
بے شک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا سو
حرام کی اللہ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانا
دور کر دیا۔ اور کوئی نہیں گنہگاروں کی مدد
کرنے والا۔

اس آیت میں بھی سنایت ہی وضاحت اور تاکید سے اللہ تعالیٰ نے یہ
بات ارشاد فرمائی ہے کہ شرک کرنے والا کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور جہنم
اسے کبھی رہائی نصیب نہیں ہو سکتی وہ ہمیشہ کے لیے جنت سے محروم اور جہنم میں

مقید ہے گا، اور اس کی مدد بھی کوئی نہیں کر سکے گا۔

۳۴) آپ کو معلوم ہو گا کہ صرف پچیس پیغمبروں کے نام قرآن کریم نے بتائے ہیں، بقیہ
حضرات الانبیاء الباقین اور الرسل میں اجمالاً بیان کیے گئے ہیں۔ اور ان میں اٹھارہ حضرات
کا نام ایک ہی رکوع میں ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ اکابر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
جن کا ذکر صرف ایک ہی رکوع میں تصریح کے ساتھ آیا ہے، یہ ہیں :-
حضرت ابراہیم، حضرت اسحق، حضرت یعقوب، حضرت نوح، حضرت
داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت
ہارون، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت الیاس، حضرت اسماعیل
حضرت ایسحٰق، حضرت یونس اور حضرت لوط علیہم الصلوٰۃ والسلام۔
ان اکابرین کے ناموں کے بعد اجمالاً دوسروں کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے :-

وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَأَخْوَانِهِمْ
وَأَجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمُ إِلَى صِرَاطٍ
مُسْتَقِيمٍ
اور ہدایت کی ہم نے بعضوں کو ان کے باپ
دلوں میں سے اور ان کی اولاد میں سے اور
بھائیوں میں سے، اور ان کو ہم نے پسند کیا اور
مستقیم ہدایت دی۔

(پ، انعام، ۱۰)
الغرض اٹھارہ حضرات کا نام لے کر اور باقی بزرگواروں کا مِنْ آبَائِهِمْ وَأَخْوَانِهِمْ اجمالاً
ذکر کر کے گویا تمام پیغمبروں کا بیان کر دیا گیا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے :-
وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ (پ، انعام، ۱۱)
اور اگر وہ لوگ بھی شرک کرتے تو البتہ ضائع ہو
جاتا جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔

حضرات! اب آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ شرک کتنی مضر اور بُری چیز ہے کہ
اگر بالفرض خدا تعالیٰ کے پیغمبروں سے بھی اس کا صدور ہوتا تو ان کے اعمال بھی بالکل
ضائع ہو جاتے اور ان کو کوئی بھی نیکی کا کام مفید نہ ہو سکتا۔ (عیاذ باللہ تعالیٰ)
۳۵) اللہ تعالیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے

ارشاد فرماتا ہے :-

وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَأْتَ لَيَحْبَطَنَّ
عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ

اور البتہ تحقیق حکم دیا جا چکا ہے مجھ کو اور تجھ
سے اگلوں کو کہ اگر تو نے شرک کیا تو اکارت
جائیں گے تیرے عمل اور تو ہو جائے گا نقصان

(پ ۲۴، نمبر ۷۷)

آپ جانتے ہی ہیں کہ نبی کا ہر کام مقبول خدا ہوتا ہی ہے۔ بالفاظ دیگر نبی کے
ایک عمل کا اور امت کے سارے اعمال کا بھی اگر موازنہ کیا جائے تو میرا اور میرے تمام
اکابر کا یہ اعتقاد ہے کہ نبی کا ایک ہی عمل تمام امت کے اعمال سے بڑھ جاتے گا۔
مگر بایں ہمہ ارشاد خداوندی یہ ہے کہ اگر بالفرض آپ سے بھی شرک صادر ہو جائے تو
آپ کے اعمال بھی اکارت ہو جائیں گے (نبی سے شرک کا صدور امر محال ہے لیکن
صرف امت کو سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے)۔

خلاصہ امر یہ ہے کہ شرک کرنا ظلم عظیم ہے اور ہمیشہ کے لیے مشرک بخشش خداوندی
سے محروم ہو جاتا ہے اور اس پر جنت بھی حرام ہو جاتی ہے اور وہ ابد الابد تک
جہنم کا ایندھن بھی بنا رہیگا۔ اور شرک اتنی قبیح چیز ہے کہ اگر بالفرض پیغمبروں سے بھی اس
کا صدور ہوتا تو ان کے اعمال بھی اکارت ہو جاتے اور یہ حکم حکم اللہ تعالیٰ جلے حضرت
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل کر چکا ہے۔ اسی طرح آپ سے پہلے بھی
دوسرے پیغمبروں پر اسی مضمون کی وحی نازل فرما چکا ہے۔ الغرض مشرک سے بڑھ
خدا تعالیٰ کا باغی اور نافرمان دوسر کوئی نہیں ہو سکتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے دریافت کیا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا :-

أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ

کہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو خدا تعالیٰ کا شرک ٹھہرنے

(بخاری ج ۲ ص ۱۷۱، مسلم ص ۱۳۱)

نوٹ :- مذکور تشریح انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آئے گی۔

باب دوم

مشرک حالت شرک میں جو بھی عبادت اور کار خیر کرتا ہے یا کرے گا، اللہ تعالیٰ
کے ہاں اس کی کوئی بھی قدر و منزلت نہیں ہوتی اور نہ ہی اسے درجہ قبولیت حاصل ہو
سکتا ہے۔ ذیل کے دلائل غور کے ساتھ پڑھنے سے آپ کو بخوبی یہ امر معلوم ہو جائیگا۔
① مشرکین مکہ نے اپنی بعض عبادتوں کا ذکر کیا تھا کہ ہم بھی نبی کے کام کیا کرتے
ہیں مثلاً مسجد حرام کی تعمیر کرتے ہیں اور (پر دیسی مسافر) حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں۔
(وغیرہ وغیرہ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :-

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ أَمَنَ بِاللَّهِ
الْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ

کیا تم نے کر دیا حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد
حرام کی تعمیر کرنا، برابر اس کے جو ایمان
لایا اللہ پر، اور قیامت کے دن پر اور اللہ
کے راستہ میں جہاد کیا یہ برابر نہیں ہیں اللہ

(پ ۳، توبہ، ص ۳)

جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ
کی خوشنودی کے لیے مسجد تعمیر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں (ایک
مخصوص قسم کا) محل تیار کرے گا۔ (بخاری ص ۲۱۵، مسلم ص ۲۱۱) اور مسجد بھی کوئی شاہی
مسجد نہیں، بلکہ اتنا مبالغہ فرمایا کہ اگرچہ وہ کوئچ (پرندہ) کے گھونسلے کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

(البدو داود طیبی ص ۲۴۱ وابن ماجہ ص ۵۴۷)۔

لیکن آپ کو معلوم ہے کہ مشرکین مکہ نے جن میں ابو جہل، ابولہب، عتبہ اور شیبہ وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، ایک معمولی مسجد ہی نہیں بلکہ ام المہاجرین تعمیر کی تھی۔ لیکن ان کے لیے جنت میں محل تو کیا تیار ہوگا وہ کبھی جنت میں داخل ہی نہیں ہو سکتے۔ اور مسجد حرام کا چندہ جس خلوص سے مشرکین نے جمع کیا، وہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔

ابو وہب بن عابد مسجد حرام کا متولی تھا۔ اس نے اعلان کیا تھا کہ مسجد حرام میں حلال و طیب مال ہی لگایا جائے گا۔ کوئی شخص حرام کار عورتوں کی آمدنی اور سود کی رقم اور دیگر ظلم سے حاصل کی ہوئی رقم چندہ میں ہرگز نہ دے۔

(عمدة القاری علی البخاری ص ۲۱۵ حاشیہ)

یہی وجہ تھی کہ حلال و طیب چندہ اتنا جمع نہ ہو سکا جس سے وہ ساری مسجد کے اوپر چھت ڈال سکتے۔ مجبوراً ان کو مسجد کا ایک حصہ باہر نکالنا پڑا جس کو حجر اور حطیم سے تعمیر کیا جاتا ہے۔ (بخاری ص ۲۱۵) مسجد سے اس جگہ صرف کعبہ کا حصہ مراد ہے۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حج مبرور یعنی حلال کی کھائی اور خلوص نیت کے ساتھ حج کرے، وہ گناہوں سے ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ ابھی مال کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوا۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۰۶ و مسلم ج ۱ ص ۲۲۶)

لیکن مشرکین عرب اور اہل مکہ میں سے کوئی ایسا مشرک نہیں ثابت ہو سکتا جس نے کئی کئی حج نہ کئے ہوں۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی ننگا ہو کر طواف کر سکتا ہے۔ (بخاری ص ۲۲۰ و مسلم ص ۲۳۵) مگر اہل اسلام جانتے ہیں کہ مشرکوں کے یہ حج بالکل ضائع اور اکارت گئے ان کو ان کے عوض کوئی ثواب

حاصل نہیں ہو سکتا۔

فائدہ :- حاجی سے جو گناہوں کی معافی کا وعدہ ہوا ہے، وہ ایسے گناہ ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہوگا۔ باقی رہے وہ گناہ جن کا تعلق عبادت کے ساتھ ہے

وہ معاف نہیں ہو سکتے تا وقتیکہ وہ اصحاب حقوق کو دیئے نہ جائیں۔ یا ان سے معافی نہ لی جائے۔ (راوی کا قال مستحلیا لہ) اور نماز اور روزہ بھی قضا اور فدیہ کے بغیر معاف نہیں ہو سکتے۔

(۳) جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عاشورہ کا روزہ رکھنے سے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۱۶۹ و مسلم ص ۳۶۴)

اور مشرکین قریش عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ (بخاری ص ۲۶۸ و مسلم ص ۳۵۴)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ قریش ایام جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور یہ روزہ طلوع فجر سے شرمش ہو کر غروب آفتاب

پر ختم ہوتا تھا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۷)

لیکن اس کے باوجود کسی مسلمان کو یہ جرات نہیں ہو سکتی کہ وہ یہ کہہ دے کہ مشرکین کو بھی صوم عاشورہ مفید ہو سکتا ہے۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایک غلام آزاد کرے اللہ تعالیٰ آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو جہنم سے محفوظ رکھے گا (راوی کا قال

مشکوٰۃ ص ۲۹۳ و قال متفق علیہ) اور عاص بن وائل نے مرتے وقت اپنے لڑکے

ہشام بن وائل کو وصیت کی تھی کہ غلام آزاد کرنا۔ چنانچہ اس نے پچاس غلام آزاد

کیے۔ (البدو داود ص ۲ ص ۴۳)

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا عاص کو اس سے

کچھ فائدہ ہو سکتا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیتا تو تم

غلام آزاد کرتے یا صدقہ دیتے یا حج کرتے، تو اس کو فائدہ پہنچتا۔ مگر اب کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ (البدو داود ص ۴۳)

⑤ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ قربانی جو ہم کرتے ہیں وہ کیوں؟ آپ نے فرمایا۔ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ پوچھا گیا کہ ہم کو اس کا کیا ثواب حاصل ہوگا؟ آپ نے فرمایا، ہر بال کے عوض نیکی ملے گی۔

(راوکما قال مشکوٰۃ ص ۱۲۹ وقال رواہ احمد وابن ماجہ)

انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ حوالہ دے کر بتایا جائے گا کہ مشرکین قربانی بھی کیا کرتے تھے لیکن ان کے لیے نہ قربانی مفید ہو سکتی ہے، نہ ہی دیگر کار خیر اس لیے کہ اصلی اور بنیادی چیز (توحید) ان میں مفقود تھی۔ معلوم ہوا کہ مشرک کا کوئی بھی عمل عند اللہ تعالیٰ مقبول نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ بھی بے شمار نیکی کے کام وہ کیا کرتے تھے جن کا ذکر آئندہ اپنے موقع پر ہوگا (انشاء اللہ تعالیٰ)۔

قاریین کرام! جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ مشرک کی کوئی بھی عبادت مقبول نہیں ہو سکتی اسی طرح یہ بات بھی بالکل عیاں اور قطعی ہے کہ مشرک کے لیے کسی دوسرے کی دعائے مغفرت اور صدقہ و خیرات بھی ہرگز مفید نہیں ہو سکتی۔ دلائل ذیل بغور دیکھئے۔

① آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے حقیقی چچا (عبد مناف) ابوطالب کی مغفرت کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ نازل فرمائی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْحَجَرِ الْمَكْبُورِ (سورہ ابراہیم، ۱۸)

(پ، توبہ، ۱۸) چنانچہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آپ نے اپنے چچا ابوطالب کے لیے دعائے مغفرت نہ کرنا بھی ترک کر دی۔ (بخاری ۲۷۷۷، مسلم السنۃ ۴۷۷۷) آپ جانتے ہی ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

بڑھ کر خدا تعالیٰ کا پیارا اور مقبول بندہ اور کوئی نہیں اور یہی ہو سکتا ہے۔ قلندر لاہوری علامہ اقبالؒ نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

مرخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ، کہ اب الیاد و سر آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں، نہ دکان آئینہ سازیں

لیکن آپ کی اپنے حقیقی چچا کے لیے بھی دعا قبول نہ ہوئی بلکہ دعا ہی سے آپ کو روک دیا گیا۔ کیونکہ چچا مشرک کی حالت میں مرا تھا اور اس کے لیے کوئی بھی دعا مفید نہ ہو سکتی تھی۔ حالانکہ کم و بیش اڑتیس سال چچا نے آپ کی وہ خدمت کی جس کی مثال تاریخ میں مشکل سے مل سکتی ہے۔

② آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی ریس المنافقین (جس نے زبانی طور پر کلمہ توحید تو پڑھ لیا تھا مگر دل میں بدستور کفر اور شرک موجود تھا) کا جنازہ بھی پڑھایا اور اس کے لیے دعائے مغفرت بھی کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا:-

اَسْتَغْفِرُ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ
اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ (سورہ توبہ، ۱۰)

آپ منافقوں کے لیے معافی مانگیں یا نہ مانگیں۔ اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی دعائے مغفرت کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشنے گا۔

بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ستر مرتبہ سے بھی زیادہ دعائے مغفرت کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ممانعت نازل ہو گئی۔ (بخاری ۶۴۳۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ کی مغفرت کے لیے اپیل کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا:-

اِنَّ حَرَمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ کہ بے شک میں نے کافروں اور مشرکوں

(مشکوٰۃ ص ۸۳ متفق علیہ) کے لیے جنت حرام کر دی ہے۔
جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے اولوا العزم نبی کی دعا مشرک والد کے
حق میں قبول نہ ہو سکی اور جب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا اپنے حقیقی
چچا کے لیے اور عبد اللہ بن ابی کے لیے قبول نہ ہو سکی تو دوسروں کی دعائیں مشرکوں
کے حق میں کیونکر درجہ قبولیت پاسکتی ہیں؟ کیونکہ نبی کی دعا کا اثر ہی جداگانہ ہوتا
ہے اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور خصوصاً حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
سلم جو ج

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
کے مطابق بہت ہی اونچا اور بلند مقام رکھتے ہیں مگر چونکہ دربار خداوندی میں مشرک
کے لیے دعا قبول ہی نہیں ہو سکتی اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو
دعا ہی سے روک دیا۔ اگر دعا کی بھی تو وہ قبول نہیں فرمائی۔

باب سوم

قرآن کریم اور احادیث میں جہاں شرک کی تردید آئی ہے وہاں نہایت
ہی تعلیم کے ساتھ اس کی تردید کی گئی ہے۔ جس سے اور زیادہ تعلیم سمجھ میں نہیں
آ سکتی۔ آپ مندرجہ ذیل آیات اور احادیث کا گہری نظر سے مطالعہ فرمائیں۔
① اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ہم نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
بیت اللہ کی جگہ کا انتخاب کر کے تعمیر کا حکم دیا تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا:-
أَنْ لَا تُشْرِكَ بِي شَيْئًا کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک
نہ ٹھہرانا۔ (پ ۱۷، ج ۳، ص ۳)

② حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جیل خانہ کے اندر اثنائے تقریر
میں فرمایا کہ میں اپنے آباء و اجداد یعنی حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت
یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ملت کی اتباع اور پیروی اختیار کر چکا ہوں۔ آگے
فرماتے ہیں:-

مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ
مَنْ شِئْنَا (پ ۱۲، یوسف، کج ۴) ہمیں کسی طرح بھی یہ لائق نہیں کہ ہم اللہ
تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں۔
③ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے
دارشاد فرماتا ہے کہ آپ اہل کتاب یہود نصاریٰ کو اس چیز کی دعوت دیں

نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ حقوق بندوں پر عائد ہوتے ہیں۔ اور کچھ حقوق بندوں کے اللہ تعالیٰ نے بطور تفضل اپنے ذمے لیے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ :-

اَنْ يُعْبَدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا (وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں۔)

اور بندوں کا حق اللہ کے ذمے یہ ہے کہ :-

لَا يُعَذِّبُ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا (جو خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں ٹھہراتا وہ اس کو سزا نہ دے۔)

(بخاری ۲ ص ۸۸۲، مسلم ۱ ص ۴۴، ابوعوانہ ۱ ص ۱۶، وطیاسی ص ۶)

⑨ حضرت عبادہ بن الصامت فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ میرے ہاتھ پر بیعت کرو لیکن اس شرط سے کہ :-

لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا (خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔)

(بخاری ۱ ص ۱، مسلم ۲ ص ۳۲، نسائی ۲ ص ۱۶۳، وطیاسی ص ۹)

⑩ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا۔ حضرت مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو سکوں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور

وَلَا تُشْرِكْ بِهِ شَيْئًا (اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ۔)

(بخاری ۱ ص ۱۸، مسلم ۱ ص ۳۱، ابوعوانہ ۱ ص ۴)

⑪ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو چیزیں واجب کے دینے والی ہیں۔ ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت وہ کیا چیزیں ہیں؟ آپ نے فرمایا :-

مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا (جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو

کہ آؤ ایک ایسی چیز کی طرف جو ہماری اور تمہاری سملہ ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہ کریں۔)

وَلَا تُشْرِكْ بِهِ شَيْئًا (پ، آل عمران، ع) اور یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

⑫ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور۔

وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا ط (پ۔ نسا، ص ۲)

اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

⑬ مشرکین عرب نے اپنی خواہشات کے مطابق بہت سی چیزیں حلال اور حرام کر دی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام

آپ ان سے کہہ دیں کہ آؤ میں تمہیں ان چیزوں کی فہرست سنا دوں جو تمہارے رب نے تمہارے اوپر حرام کی ہیں۔ (ایک یہ ہے) :-

اَنْ لَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا (پ ۸، انعام ص ۴)

کہ تم خدا کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ۔

⑭ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو زمین کی خلافت دینے کا وعدہ کیا ہے اور ان کی چند نشانیاں اور علامتیں بھی بتلائی ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے :-

يُعْبَدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْنَ رَافِط (میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ

شَيْئًا ط (پ ۱۸، نور، ص ۶) کسی چیز کو شریک نہ کریں گے۔)

⑮ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب

آپ کے پاس ایمان لانے کی غرض سے عورتیں بیعت کے لیے آئیں تو آپ

ان شرائط پر ان سے بیعت لیں۔ اولین شرط یہ ہوگی :-

اَنْ لَا يُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا ط (کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک

نہ ٹھہرائیں۔)

⑯ حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دَخَلَ النَّارَ وَمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ
بِاللَّهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ
(مسلم ۱ ص ۶۶ والبعوانہ ۱۸ ص ۱)
شریک ٹھہرایا اور اس کی وفات ہو گئی تو وہ جہنم میں
جائیگا اور جس کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ اس نے
اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا تو وہ
جنت میں جائے گا۔

۱۲) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک دیہاتی شکل کا آدمی آیا (وہ
حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے) اس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا
ایمان کیا شے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ :-
اَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكَ
(بخاری ۲ ص ۴۴۰ و مسلم ۱ ص ۲۹)
ایمان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس
کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

۱۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
سلم نے ۳۵ھ میں روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس بھی اسلام کا دعوت نامہ بھیجا اور
اس نے بیت المقدس میں جب کہ وہ وہاں سرکاری دورہ پر آیا ہوا تھا تجارت گم کو بلایا
جو تجارت کے لیے وہاں گئے تھے جن میں حضرت ابوسفیانؓ بھی تھے۔ لیکن ابھی تک
وہ مسلمان نہ ہوئے تھے۔ ہرقل نے پوچھا کہ وہ شخص جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے
تمہیں کیا تعلیم دیتا ہے؟ حضرت ابوسفیانؓ نے جواب دیا کہ چند باتوں کی تعلیم دیتا
ہے۔ اُن میں سے پہلی یہ ہے :-

اعبدوا الله ولا تشركوا به
شیئا۔ (بخاری ص ۴)
کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ
کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔

۱۴) حضرت ابوالیوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص آیا۔ اور اس
نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول، مجھے ایسا کام بتائیں جس کے کرنے کی وجہ سے
میں جنت میں داخل ہو سکوں۔ لوگوں نے کہا، اس کو کیا ہو گیا ہے؟ اس کو کیا ہو گیا
ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سائل ہے اسوٰل کو کہتے

اس کو اور کیا ہو گیا ہے؟ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ :-
تعبد الله ولا تشرك به شیئا
(بخاری ص ۱۸ والبعوانہ ۱۸ ص ۴)
اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ
کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔

۱۵) حضرت عمرؓ بن عبدہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی شہرت سنی تو میں اپنی قوم سے نظر ہٹا کر آپ کے پاس
پہنچ گیا۔ میں نے پوچھا۔ آپ کس چیز کی تعلیم دیتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا :-
بِاَنْ يُّوْحِدَ اللَّهُ وَلَا يُشْرَكَ بِهِ
کہ خدا کی توحید کا اقرار کیا جائے اور اس کے
ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔
(البعوانہ ص ۵)

۱۶) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ سوموار اور جمعرات کو اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش کیے جاتے ہیں۔
پھر ارشاد فرمایا :-

فَيُغْفَرُ لِمَنْ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا
تو جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو
شریک نہیں ٹھہراتا اس کی مغفرت ہو جاتی ہے مگر
وہ شخص جس کا کسی بھائی کے ساتھ (بلا وجہ شرعی) بغض ہو
(مسلم ص ۳۱۶ وطیاسی ص ۳۱۶)

۱۷) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
معرج کے لیے تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین چیزیں آپ کو
عنایت ہوئیں (پہلی) پانچ نمازیں (دوسری) سورۃ بقرہ کی آخری آیات اور (تیسری)
یہ کہ :-

وَعَنْ غُرْلَمَنْ دَمٍ يُّشْرِكُ بِاللَّهِ مِنْ
امته شیئا
جو شخص آپ کی امت میں سے اللہ تعالیٰ
کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرائے
(مسلم ص ۹ و مشکوٰۃ ص ۵۲۹)
گا اس کی مغفرت ہوگی۔

۱۸) حضرت معاذؓ فرماتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

ستم سے پوچھا آپ مجھے ایسا عمل بتائیں جس کے کرنے کی وجہ سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں اور جہنم سے بچ سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے بڑی چیز کے بارے میں سوال کیا ہے۔ لیکن جس پر خدا تعالیٰ آسان کرے، اس پر مشکل بھی نہیں وہ یہ ہے کہ:-

تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا
(ترمذی ۲۶۹۲ وابن ماجہ ۲۹۹۲ و متذکر ص ۳۵۴) کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔

۱۹ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے، اے آدمؑ کے بیٹے، جب تک تو مجھے پکارتا ہے گا اور مجھ سے امید کرتا ہے گا۔ میں تیری سب کوتاہیوں کو معاف کرتا رہوں گا، اور مجھے کوئی پروا نہیں، اے ابن آدمؑ! اگر تیرے گناہ بڑھتے بڑھتے آسمان کی پچی سطح تک بھی پہنچ جائیں اور تو مجھ سے معافی مانگتا ہے تو میں تجھے معاف کر دوں گا اور مجھے کوئی پروا نہیں۔ اے ابن آدمؑ! اگر تو زمین کو گناہوں سے بھر کر میرے سامنے پیش کرے اور پھر مجھ سے معافی مانگے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ لا تشکک فی شیتا (میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے) تو میں اتنی ہی وسعت سے اپنی مغفرت سے تجھے نوازوں گا۔ (ترمذی ۲۶۹۳ و مشکوٰۃ ص ۲۰۴)

یہ حدیث حضرت ابوذرؓ سے بھی مروی ہے۔ (بخاری ص ۴۴۴ و ابن کثیر ص ۱۹۶)

۲۰ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص یہ یقین کرے کہ میں گناہوں کے معاف کرنے پر قادر ہوں تو میں اس کے گناہ معاف کر دوں گا۔ اور مجھے کوئی پروا نہیں لیکن مالہ و شرک بی شیتا (مشکوٰۃ ص ۲۰۴) جب تک کہ اُس نے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔

۲۱ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے مجھے دس چیزوں کی وصیت فرمائی ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے:-
لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا وَان قُتِلْتَ
او حُرِّقْتَ (الحديث من جامع مشکوٰۃ ص ۱۵۱) اگرچہ تم قتل کر دیے جاؤ یا جلا دیے جاؤ۔

۲۲ حضرت ابوذرؓ جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے خوشخبری سنائی۔ من مات من امتی لا یشرک باللہ شیتا دخل الجنة (ابو عوانہ ص ۳۴ و ادب المفرد ص ۱۱۹) کہ میری امت سے جو شخص اس امت میں فوت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک قرار نہیں دیتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔

۲۳ حضرت معاذؓ بن جبل نے سفر کا ارادہ کیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:-
اعبدوا اللہ ولا تشرکوا باللہ شیتا الخ کہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا۔ (متذکر ص ۵۴)

۲۴ حضرت عرابض بن ساریہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کی اور مؤثر طریقہ سے ترغیب و ترمہیب کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر آخر میں یہ ارشاد فرمایا:-

اعبدوا اللہ ولا تشرکوا باللہ شیتا الخ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ قرار دینا۔ (متذکر ص ۹۶)

۲۵ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل طائف کو تبلیغ کرنے تشریف لے گئے اور اُنہوں نے انتہائی درندگی کے ساتھ آپ پر پتھروں کی بارش برپا کی حتیٰ کہ آپ کا بدن مبارک لہولہاں ہو گیا اور نعلین تک پاؤں سے خون کے خشک ہونے کی وجہ نکلتی دشوار ہو گئیں، تو وہ فرشتہ جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے

وہاں کے پہاڑوں کی ڈیوٹی سپرد ہوئی تھی، آیا اور کہنے لگا۔ حضرت اگر آپ اجازت دیں تو میں دو پہاڑوں کے درمیان ان کے سروں کو کچل دوں۔ مگر رحمۃ اللہ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

بل ارجوان یخرجہ اللہ من اعدائہم من یعبد اللہ ولا یشرک بہ شیئاً (بخاری ص ۵۱۹، مسلم ج ۱ ص ۱۰۹، مشکوٰۃ ص ۵۲۳)

نہیں بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت کے لیے افراد کو پیدا کرے گا جو اس کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے

(۲۶) حضرت ابوذر دارؓ فرماتے ہیں۔ مجھے میرے پیارے اور محبوب پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ وصیت کی ہے:-

ان لا تشرک باللہ شیئاً وان قطعتم او صرقت

کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ تم ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جاؤ یا قتل کر دیے جاؤ۔

(ابن ماجہ ص ۳۰۱)

(۲۷) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس مرد مسلم کی وفات ہو جائے اور اس کے جنازہ میں چالیس آدمی ایسے شریک ہوں:-

لا یشرکون باللہ شیئاً الا شفّعہم اللہ فیہ :-

کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی سفارش

بیت کے لیے قبول فرماتا ہے۔ (مسلم ص ۳۸۸، مشکوٰۃ ص ۱۲۵)

(۲۸) حضرت سلمہ بن قیس الاسلمیؓ فرماتے ہیں۔ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا:-

لا تشرکوا باللہ شیئاً (متذکرہ ص ۲۵۱)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

(۲۹) حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو سکتا ہے:-

من لقی باللہ لا یشرک بہ شیئاً ولم یبتد بدم حرام (متذکرہ ص ۳۵۲)

جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی حالت میں ملا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔ اور ناحق خون سے اس کے ہاتھ آلودہ نہ ہوتے ہوں۔

(۳۰) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ اس نے کہا۔ مجھے وصیت کیجئے۔ آپ نے چند ایک نہایت اہم اور مفید نصیحتیں ارشاد فرمائیں۔ جن میں سے پہلی یہ ہے:-

تعبد اللہ ولا تشرک بہ شیئاً (متذکرہ ص ۱۸۵)

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا۔

(۳۱) حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سطح زمین پر جتنے بھی انسان اور جنات ہیں (اصل الفاظ ماعلیٰ الارض نفوس) ہیں:-

لا تشرک باللہ شیئاً (مسندک ص ۸۸)

اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

اور صدق دل کے ساتھ میری نبوت اور رسالت کو تسلیم کر لیں۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے گا۔

(۳۲) حضرت صفوان بن عیالؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں دو یہودی آئے اور انہوں نے آیات بیانات کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے جواب ان الفاظ سے شروع کیا کہ:-

لا تشرکوا باللہ شیئاً (متذکرہ ص ۱۸۵، مشکوٰۃ ص ۱۲۵)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

(۳۳) حضرت ربیعہ بن عبادؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

منیٰ کے مقام پر ارشاد فرمایا :-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ
أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا
اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعْبُدُكَ وَنَسْتَعِيْزُ بِكَ
وَمَا نَعْبُدُكَ مِنْ شَيْءٍ سِوَاكَ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعْبُدُكَ وَنَسْتَعِيْزُ بِكَ
وَمَا نَعْبُدُكَ مِنْ شَيْءٍ سِوَاكَ

(۳۲) حضرت ابو ہریرہ رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعْبُدُكَ وَنَسْتَعِيْزُ بِكَ
وَمَا نَعْبُدُكَ مِنْ شَيْءٍ سِوَاكَ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعْبُدُكَ وَنَسْتَعِيْزُ بِكَ
وَمَا نَعْبُدُكَ مِنْ شَيْءٍ سِوَاكَ

(۳۵) حضرت اسماء بنت عیسٰی فرماتی ہیں مجھے جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ جب تمہیں تکلیف پہنچے تو یہ کہہ کر دو :-
اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعْبُدُكَ وَنَسْتَعِيْزُ بِكَ
وَمَا نَعْبُدُكَ مِنْ شَيْءٍ سِوَاكَ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعْبُدُكَ وَنَسْتَعِيْزُ بِكَ
وَمَا نَعْبُدُكَ مِنْ شَيْءٍ سِوَاكَ

(۳۶) حضرت ابی بن کعبؓ روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ازل میں عہدِ شاق لیا تو یہ ارشاد فرمایا :-

اَعْلَمُوْا اَنَّهُ لَا اِلٰهَ غَيْرِيْ وَلَا رَبَّ
غَيْرِيْ وَلَا تَشْرِكُوْا بِيْ شَيْئًا
(مستدرک ۲ ص ۲۲۴)

(۳۷) حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر رضی نے دربارِ نجاشی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم سنایا ہے :-

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تَشْرِكَ بِهِ شَيْئًا
(مذاجدہ ۱ ص ۲۱۲، مستدرک ۲ ص ۲۱۱)

(۳۸) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :- اس امت کو قیامت تک دن تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا :-

۱۔ جو بغیر حساب لیے جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔
۲۔ جن کا سر سمری طور پر حساب ہوگا۔

۳۔ جن کی گردنوں اور کمر پر بڑے بڑے پہاڑوں کی مانند گناہ لائے ہوں گے۔
اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد فرمائے گا :-

هٰؤُلَاءِ عبيد من عبدي لم
يشركوا بي شيئا
یہ میرے بزرے ہیں میرے ساتھ انہوں نے کسی چیز کو شریک نہیں بٹھرایا۔

(المستدرک ص ۳۶ و ۵۸ و سلم ص ۳۶)

لہذا ان کے گناہ یہود اور نصاریٰ پر (جنہوں نے ان کو عملی طور پر گمراہ کیا اور دین بنانے کی انتہائی کوشش کی) ڈال دو۔ اور ان کو میری رحمت کے سایہ میں شامل کئے جنت میں داخل کر دو۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں :- جنت میں بغیر حساب کے وہی لوگ جائیں گے جیسا کہ حضرت عکاشہؓ کی روایت میں اس کی تصریح ہے

وَلَمْ يَدْعُوا فِي الْاِسْلَامِ وَلَمْ يَشْكُوا بِاللّٰهِ
شَيْئًا (البدایہ النہایہ ج ۲ ص ۲۱۴)

(۳۹) حضرت ابوالیوب الانصاریؓ فرماتے ہیں :- ایک اعرابی نے جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا :- مجھے ایسی چیز بتلئے کہ میں اس کے گمنے سے جنت میں داخل ہو جاؤں اور جہنم سے بچ سکوں۔ آپ نے فرمایا :- پہلی چیز یہ ہے :-

تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تَشْرِكَ بِهِ شَيْئًا ط
اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ قرار دو

(ادب المفرد ص ۱۰)

(۴۰) ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں سے

پہلے جو تقریر کی تھی اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا تھا:-

اعبدوا الله ولا تشركوا به شيئاً
(البقرہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۱۴)

کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔

قارئین کرام:- اگر اس مضمون کی اور حدیثیں نقل کی جائیں تو یقیناً آپ پڑھ پڑھ کر کتا جائیں گے۔ اس لیے دو چار اور حدیثیں پیش کئے گئے اس باب کو ختم کیا جاتا ہے:-

(۴۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کی ایک مخصوص دعا ایسی ہوتی ہے جس کو درجہ قبولیت حاصل ہوتا ہے اور ہر نبی نے ایسی دعا دنیا کے اندر ہی کہلی ہے۔ لیکن میں نے وہ دعا ابھی تک نہیں کی۔ وہ دعا میں نے اپنی اُمت کی شفاعت کیلئے چھوڑ رکھی ہے۔

فہی نائلة ان شاء الله من مات
من اُمتی لا يشرك بالله شيئاً۔

(مسلم ص ۱۱۳ والبعوانہ ص ۹ و ابن ماجہ)
تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا۔

(۴۲) حضرت مالک بن عوف فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آنے والا (فرشتہ) آیا، اس نے مجھے اختیار دیا کہ آپ ایک شق اختیار کر لیں (۱) یا تو آپ کی نصف اُمت (بلا حساب) جنت میں داخل کر دی جائے (۲) اور یا آپ شفاعت اختیار کر لیں۔ آپ فرماتے ہیں: میں نے شفاعت ہی اختیار کر لی۔ آگے فرماتے ہیں:-

وہی لمن مات لا يشرك بالله
شيئاً ط

اور یہ میری شفاعت اسی کو مفید ہو سکتی ہے
جو اس حالت میں فوت ہوا کہ اُس نے

(ترمذی ص ۲۷۷ وشکوۃ ص ۹۹)

(۴۳) قیامت کے دن جب حضرات انبیاء عظام، صدیقین، اولیاء، شہداء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور چھوٹے بچے وغیرہ شفاعت کر چکیں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ جہنم میں سے ہر اس شخص کو نکال لاؤ۔

من كان لا يشرك بالله شيئاً
مسلم ص ۱۱۳ والبعوانہ ص ۱۱۳

نہیں ٹھہرایا۔

(۴۴) پھر جب تمام مقبول بندے شفاعت کر چکیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:
انا رحمہ الراحمین ادخلوا جنتی
من كان لا يشرك بالله شيئاً
والاہول۔ میری جنت میں داخل کرو جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا۔
(البعوانہ ص ۱۱۳)

حضرات! آپ جانتے ہی ہیں کہ شیخ کا لفظ تعیم کے لیے ہوتا ہے اور پھر جب نکرہ ہو تو اس میں اور بھی تعیم آجاتی ہے۔ اور پھر جب یہ نفی کے تحت داخل ہو تو اس میں اور مزید تعیم ہو جاتی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے برحق نبی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات سنایت ہی واضح کر دی ہے کہ جنت میں داخل ہونے کا اہل وہی ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ اسی شخص کی لغزشیں اور کوتاہیاں اللہ تعالیٰ کے معاف کرتا ہے اور اسی شخص کو اپنی مغفرت اور بخشش سے نوازتا ہے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بناتا ہو اور وہی شخص جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر صلوات اور ملائکہ کی شفاعت کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اور وہی شخص جہنم کے ابدی عذاب سے بچ سکتا ہے اور رحمت خداوندی میں داخل ہو سکتا ہے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائے گا وہ نہ تو جنت میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کے لیے شفاعت

ہو سکتی ہے بلکہ ہمیشہ ہمیشہ وہ جہنم میں پڑا ہے گا۔ (اعاذنا اللہ تعالیٰ منها ومن
سائر انواع العذاب بہتہ وکرمہ)

باب چہارم

اللہ تعالیٰ اور اس کے برحق نبی جناب رسول کریم ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے جس طرح لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا سے شرک کی پُر زور الفاظ میں تردید کی ہے،
اسی طرح غیر مبہم الفاظ میں لفظ أَحَدًا سے بھی یہ ثابت کر دیا ہے کہ کوئی ذات اور
ہستی بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں۔ نہ عبادت میں نہ حکم میں اور نہ ہی
اس بات میں کہ اللہ کے سوا کسی ذات اور ہستی کو پکارا جائے، محض قرآن کریم کی
چند آیات ہی پیش کی جاتی ہیں، ملاحظہ کریں:-
① ایک مرد مومن نے اپنے کافر اور مشرک دوست سے مخاطب کرتے ہوئے
یوں کہا کہ:-

لَكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ
پھر میں تو یہی کہتا ہوں، وہی اللہ ہے میرا
رب، اور نہیں مانتا شریک اپنے رب کا کسی کو۔
رَبِّي أَحَدًا۔ (پہا، سورہ کہف، ۵۸)
② جب اس کافر و مشرک کا سب مال و جائیداد تباہ ہو گئی اور کھنڈ افسوس

لہ احد کے معنی ہیں یکے وکے وھو اسم لمن یصلح ان یخاطب (صراح)
لفظ احد صرف اسی مخلوق پر اطلاق ہو سکتا ہے۔ جو خطاب کی اہلیت رکھتی ہو جیسے انسان
فرشتے اور جن غیر ذہبی العقول پر لفظ احد کا اطلاق لغتہً نہیں ہوتا۔

ملنے لگا تو اس وقت اس نے اقرار کیا کہ:-

يَلِيْسَتِيْ نَعْمَ اُشْرِكُ بِرَبِّيْ اَحَدًا
(رپ ۱۵، کہف، ۵۴)

اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون اور ضابطہ ارشاد فرمایا ہے:-

وَلَا تَشْرِكْ فِيْ حُكْمِهِ اَحَدًا
(رپ ۱۵، کہف ۵۴)

یعنی اللہ تعالیٰ خود ہی حکم دینے والا ہے، اپنے حکم میں کسی کو اس نے شریک نہیں بنایا تو جو شخص خدا تعالیٰ کے ساتھ حکم صادر کرنے میں کسی کو شریک مانے یا خدا تعالیٰ کے مقابلے میں کسی اور کا حکم حق اور صحیح تسلیم کرے۔ وہ بھی مشرک ہے البتہ حکم پہنچانا پیغمبروں کا کام ہے اور اجتہادی مسائل میں غیر منصوص احکام کی کڑی منصوص احکام سے جوڑنا حضرات مجتہدین کا کام ہے۔ یہ بات محل نزاع نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے چاہیے کہ نیک کام کرے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے:-

وَلَا تَشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّكَ اَحَدًا
(رپ ۱۶، کہف، ۱۲)

جنات کا ایک گروہ آیا۔ اور انہوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن کریم سنا۔ ایمان لا چکنے کے بعد جب واپس ہوئے تو اپنی قوم سے دوران تبلیغ میں کہنے لگے:-

وَلَنْ نَّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا (پا جہ ۸۴)

اللہ تعالیٰ نے مسجد کے آداب میں سے ایک بڑا اور افضل ادب یہ بتلایا ہے۔

وَاِنَّ الْمُسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ
اور یہ کہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے ہیں

اعضائے سجود بھی مژد لیے ہیں۔ (مجمع البحار ج ۲ ص ۹۷)

اَحَدًا (رپ ۲۹، جہ ۸۴)

سومت پکارو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو
مشد توحید سمجھانے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اعلان کر دیا ہے کہ آپ کہہ دیجئے:-

قُلْ اِنَّمَا اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَا اَشْرِكُ بِهٖ
شریک نہیں کرتا اس کا کسی کو۔

اَحَدًا (رپ ۲۹، جہ ۸۴)

چونکہ عموماً خدا تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں نے اللہ کے نیک اور مقبول بندوں کو (عطائی طور پر) نافع اور ضار سمجھ کر پکارا ہے اور پکارتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک اور قرآن کریم کے ذریعہ سے یہ اعلان کر دیا ہے کہ:-

قُلْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا
قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُجِيْدَنِيْ مِنَ اللّٰهِ
اَحَدٌ وَلَنْ اَاجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ
مُلَاجِدًا (رپ ۲۹، جہ ۸۴)

سورہ اخلاص تقریباً سو فیصدی مسلمانوں کو یاد ہوتی ہے اور ہر نماز (بلکہ اکثر تو ہر رکعت) میں اس کو پڑھتے ہیں۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ بات نہایت واضح طور پر ثابت کر دی ہے کہ کوئی ہستی اور ذات بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی طرح بھی شریک نہیں اور نہ اس نے کسی کو شریک بنایا ہے۔

وَلَعَلَّيْكُمْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ
اور نہیں اس کا ہمسر (اور شریک) کوئی بھی

ان تمام آیات میں لفظ اَحَدٌ اور اَحَدٌ سے یہی سمجھایا گیا ہے کہ کوئی بھی ہو نبی ہو یا ولی، فرشتہ ہو یا کوئی اور نیک ہستی اور ذات، خدا تعالیٰ کا کسی طرح شریک نہیں۔ نہ تو ذات میں اور نہ صفات میں اور نہ افعال میں۔ وہ ہر اعتبار اور ہر حیثیت سے وَحْدٌ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ہے۔ کلمہ شہادت میں جس پر ایمان کی راہ ہوتی ہے اسی بنیادی عقیدہ

کا سبق دیا گیا ہے اور اس سبق کو یاد رکھنے کے لیے ہر نماز کے تشہد میں خواہ وہ فرض ہو یا نقل، وتر واجب ہو یا نماز تہجد چاشت ہو یا اشراق جمعہ ہو یا نماز عید وغیرہ سب میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ کا پڑھنا ہر نمازی کے فریضہ میں شامل کیا گیا ہے تاکہ وہ اس بنیادی اور اہم عقیدہ کو اپنے ذہن سے ادھجھل نہ ہونے دے اور ہر وقت یہ سبق اس کے پیش نظر رہے تاکہ وہ شرک کے دلدل میں نہ پھنس جائے مگر ہزار افسوس کہ اس سچے اسلام کو جس کی صداقت اور سچائی کا اپنے لوگ بیگانے اور غیر مسلم بھی اقرار کرنے سے کوئی چارہ نہیں پاتے اور ہم پستوں اور شرک کے شیلایوں نے اسلام اور کفر کا ایک ملغوبہ بن کر رکھ دیا ہے الفاظ تو اسلام کے استعمال کرتے ہیں مگر معانی اور مطالب کفر و شرک کے لیے جاتے ہیں کاش کہ مسلمان پھر اُسی کامیاب سبق کی طرف لوٹ آئے جو اُسے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا ہے (اور غیر مسلم مقرر ہیں کہ تمام پیغمبروں اور مذہبی شخصیتوں میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے زیادہ کامیاب ہیں۔ انسانی کلچر پیڑیا برٹانیکا) تو ساری کائنات مسلمان کے سامنے ٹھکنے کو اپنے لیے سعادت سمجھے اور کیوں نہ ہو؟

ہفت کشتور جس سے ہو تنخیر بے تیغ و تفنگ تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ سماں بھی

باب پنجم

شرک کے شیدائی عموماً یہ کہتے ہیں کہ شرک تو یہ ہے کہ بتوں کی عبادت کی جائے اور کلمہ گو کوئی بھی ہو۔ چونکہ وہ بتوں کی عبادت نہیں کیا کرتا لہذا وہ اگرچہ کچھ ہی کہے یا کرے، مشرک نہ ہوگا۔ لیکن یہ ایک ایسا کھلا ہوا مغالطہ ہے کہ قرآن کریم نے جس کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا ہے اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تائید نے اس باطل خیال کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑا دی ہیں۔ مندرجہ ذیل دلائل کا بغور مطالعہ کریں۔

① قوم نصاریٰ کی غلطی ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کرے گا۔

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسِي ابْنَ مَرْيَمَ
مَا أَنْتَ قُلْتُ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي
وَأُمَّيَّ إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ
قَالَ سَجُنَاكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ
مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ ط إِنْ كُنْتُ
قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ط تَعْلَمُ
مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ط

اور جب کہے گا اللہ تعالیٰ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگوں کو کہ تمھارے مجھ کو، اور میری ماں کو دو الہ اللہ کے نیچے۔ عیسیٰ کہے گا، تو پاک ہے، مجھ کو لائق نہیں کہ کہوں ایسی بات جس کا مجھ کو حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو تجھ کو ضرور معلوم ہوگا۔ تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے بے شک تیری چھپی ہوئی

إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ (پ۔ مائدہ ۱۶) باتوں کو جاننے والا۔

اگر شرک فقط بتوں کی پرستش کی وجہ سے ہوتا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کیسے؟ کہ قدرت خدا کی درو کہیں اور دو کہیں

نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بت تھے۔ اور نہ ہی ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم مگر یہ سوال وجواب واضح کر رہا ہے کہ نہ صرف انسانوں کو بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبروں، اور ان کی والدہ ایسی عابدہ و زاہدہ کو بھی اللہ بنانے والے مشرک ہو جاتے ہیں۔

(۲) یہود و نصاریٰ جو نہ صرف خدا کے قاتل تھے بلکہ اپنے خیال کے لحاظ سے موجد بھی تھے، ان کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّمَا اتَّخَذُوا أَحْبَابَهُمْ وَرُءُفَاءَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَمْ يَلَهُ إِلَّا هُوَ يُشْرِكُونَ ۝

تھمرا یا انسانوں نے اپنے مولیوں اور پیروں کو رب، اللہ کے نیچے اور مسیح بیٹے مریم کو بھی اور حالانکہ ان کو حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک الہ کی۔ کوئی اس کے سوا الہ نہیں وہ پاک ہے اس سے جو وہ شریک قرار دیتے ہیں۔

(پ، توبہ، ۳۱)

اس آیت میں علماء صوفیاء اور مسیح بن مریم علیہما السلام کا ذکر ہے کہ لوگوں نے ان کو رب بنایا اور مشرک ہوئے۔ حالانکہ نہ مولوی بت ہوتے ہیں اور نہ ہی پیر، اور نہ ہی حضرت مسیح علیہ السلام۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں عَمَّا يُشْرِكُونَ سے ان کے بھی الہ بنانے والوں کو مشرک کہا ہے معلوم ہوا کہ اللہ کے نیک بندوں کو بھی الہ اور رب بنانا مشرک ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی لڑی اور سلسلہ میں جن مولویوں اور صوفیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ یقیناً نام نہاد مولوی اور صوفی تو نہیں ہو سکتے وہ صحیح معنی میں مولوی اور

پیر ہی ہو سکتے ہیں الایہ کہ ان کے اتباع ہو س کا شکار ہو کر غلط روی میں مبتلا ہو جائیں جیسا کہ حضرت عدی بن حاتم کی روایت میں آئے گا۔

(الف) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ یہود سے سوال کرے گا۔

مَاذَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ؟ فَيَقُولُونَ عَزَائِرُ آبَائِنَا اللَّهُ فَيَقُولُ كَذِبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدًا ۝

تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے عزیر کی جو خدا تعالیٰ کا بیٹا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم جھوٹ کہتے ہو۔ نہ خدا کی بیوی و لدا ہے اور نہ بیٹا۔

اسی طرح نصاریٰ سے سوال کرے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے، وہ کہیں گے مسیح کی، جو خدا تعالیٰ کا بیٹا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ خدا تعالیٰ کی نہ بیوی ہے نہ اس نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ (مسلم ۱۰۲، صحیح ابوالخوار ۱۶۷، بخاری ۲ ص ۶۵۹ و مستدرک ۳ ص ۴۹۷)

یہود اور نصاریٰ کے دو دعوے تھے۔ ایک یہ کہ ہم حضرت عزیرؑ اور حضرت مسیحؑ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اس دعوے کی اللہ تعالیٰ نے کوئی تردید نہیں فرمائی۔ اس لیے کہ وہ واقعی ان کی عبادت کیا کرتے تھے۔ دوسرا دعوے یہ تھا کہ حضرت عزیرؑ اور حضرت مسیحؑ خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ اس دعوے کی اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی ہے کہ تم جھوٹے ہو۔ نہ خدا تعالیٰ کی بیوی ہے اور نہ خدا تعالیٰ کا بیٹا۔ جب لوگ قیامت کے دن شفاعت کبریٰ کے سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی جائیں گے تو آپ معذوری کا اظہار فرمائیں گے۔ اور ارشاد فرمائیں گے اَتَىٰ عِبَادَتُ مَنْ دُونِ اللَّهِ (میری اللہ کے ورے عبادت کی گئی تھی) لہذا

لہ خدا تعالیٰ کی عبادت وہ پہلے اور حضرت عزیرؑ اور حضرت مسیحؑ کی عبادت وہ بعد میں کرتے رہے جیسا کہ اسی حدیث میں نَعْبُدُ اللَّهَ وَالْمَسِيحَ کے صریح الفاظ وارد ہیں۔ (ابن کثیر ۳)

میں معذور ہوں۔ (ترمذی ۲ ص ۱۳۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عذیر اور حضرت مسیح علیہما السلام کی عبادت کرنے والے بھی مشرک تھے اور ہیں۔ حالانکہ نہ حضرت عذیر بت تھے اور نہ حضرت مسیح علیہما الصلوٰۃ والسلام۔

(ب) جب مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں تو حضرت عدی بن حاتمؓ جو پہلے نصرانی تھے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضرت ہم نے تو کبھی بھی علماء اور صوفیاء کی عبادت نہیں کی۔ قرآن کریم کیوں ایسا فرماتا ہے؟ آپ نے جواب دیا مولویوں اور پیروں نے جو چیزیں از خود حلال اور حرام کر دی تھیں تم ان کی بات کو حجت نہیں سمجھتے تھے؟

حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہاں حضرت سمجھتے تھے، آپ نے فرمایا: فَذَلِكَ عِبَادَتُهُمْ اِيَّاہُمْ (ترمذی ۲ ص ۱۳۶) تو یہی ان کی عبادت کرنا ہے۔

چونکہ حلال اور حرام کرنا اللہ تعالیٰ کا منصب ہے اس لیے اس میں کسی غیر کو (اگرچہ مسیح بن مریم علیہما السلام ہی کیوں نہ ہوں) شریک ٹھہرانا بھی گویا اس کو رب بنانا ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی کو رب بنانے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس کو آسمانوں اور زمینوں کا خالق اور مالک ہی مانا جائے بلکہ خدا تعالیٰ کی کسی بھی صفت میں غیر کو شریک ٹھہرانا شرک ہے خواہ اپنی خواہش ہی کیوں نہ ہو۔ علامہ اقبال مرحوم نے کیا ہی خوب فرمایا ہے :-

نہیں ہے دہریت کیا، بندہ حوص و ہوی ہونا
قیامت ہے مگر اوروں کو سمجھا دہر یہ تو نے

زبان سے گر کیا توحید کا دعویٰ، تو کیا حاصل
بنایا ہے بت پندار کو اپنا خدا تو نے

(۳) اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ آپ یہود

اور نصاریٰ کو چیلنج کریں کہ اگر صداقت ہے تو آؤ ایک متفقہ اصول پر بات کریں۔
قُلْ يَا هَٰؤُلَاءِ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ
كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَوْ
لَا نَعْبُدُ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكُ بِهِ
شَيْئًا وَلَا يَخُذُ بَعْضُنَا بَعْضًا
أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا
فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ
(پ ۳، آل عمران، ص ۱۸)

اس آیت سے بھی یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کے نیچے اگر کوئی غلط کار کسی مکلف کو رب قرار دے تو وہ بھی اسلام سے نکل جائے گا، اور مشرک ہو جائے گا۔ اگر شرک صرف اصنام اور بتوں کی عبادت ہی کی وجہ سے ہوتا ہے تو بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ کے بجائے اَصْنَامًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ ہونا چاہیے تھا کہ آؤ ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ بتوں کی عبادت نہ کریں، اور ان کو رب نہ قرار دیں حالانکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ ایک فرقہ میں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے حضرات صحابہ کرامؓ ہیں، اور دوسرے گروہ میں یہود و نصاریٰ ہیں جن کو اہل کتاب سے تعبیر کیا گیا ہے اُن میں سے ایک بھی بت نہ تھا۔ لیکن حکم یہ ہو رہا ہے کہ آؤ ہم آپس میں اللہ کے سوا ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔ اگر اہل کتاب تم نہیں مانتے تو گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں۔

(الف) علامہ ابو بکر ہلیثیؒ (المتوفی ۸۰۸ھ) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں مگر علی بن المنذر بخاری کا راوی نہیں ہے۔ لیکن ہے وہ بھی ثقہ، کہ جب آنحضرت صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ تو منافقین نے بڑی خوشی منائی اور حضرات صحابہ کرامؓ پر سرسیمکی طاری ہو گئی (حضرت عمرؓ کا یہ فعل جذبہ محبت سے تھا یا کسی مصلحت سے وہو الحق عندی بہر حال) حضرت عمرؓ تلوار پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ابھی وفات نہیں ہوئی۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے اور فرماتے لگے اے عمرؓ! سوچ تو لو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے نبی! آپ بھی فوت ہونے والے ہیں، اور یہ مخالف بھی مرنے والے ہیں۔ نیز فرماتا ہے ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کو دوامی زندگی نہیں بخشی۔ اگر آپ فوت ہو جائیں تو آپ کے مخالف بھی دنیا چھوڑ ہی دیں گے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ منبر پر کھڑے ہوئے تو حمد و ثنا کے بعد فرمایا:-

ایہا الناس ان کان محمد المرسل
الذی تعبدون فان لا اله الا
قد مات وان کان المرسل الذی
فی السماء فان لا اله الا حی لا یموت
ثم تلا وما محمد الا رسول قد
خلت من قبله الرسل (الآیۃ)
(مجمع الزوائد ۹ ص ۳۵۸، والبدایہ ۵ ص ۲۳۳)
اے لوگو! اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارا
الہ تھے۔ تو بے شک تمہارا الہ فوت ہو
چکا ہے۔ اور اگر تمہارا الہ وہ ہے جو
آسمانوں میں ہے تو بے شک وہ الہ ہمیشہ
ہے گا۔ کبھی نہیں مے گا۔ پھر اپنے آیت
پڑھی کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ
تعالیٰ کے رسول ہی تھے الخ

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ نہ مرنا اور ہمیشہ زندہ رہنا صرف الہ کا خاصہ
ہے۔ اس صفت میں اگر کوئی شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو بھی خدا کا شریک بنائے تو وہ بھی مشرک ہو جائے گا۔ اور گویا اس نے حضرت
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو الہ بھی بنایا۔ اگر مشرک صرف بتوں کو الہ بنانے سے ہوتا
ہے تو حضرت ابو بکرؓ کو کیا مصیبت پڑی تھی کہ اس مضمون کو تہنیر بیان فرماتے
آپ کو فرمانا چاہتے تھے:- ایہا الناس مشرک یہ ہے کہ بتوں کو خدا کا شریک بنایا

جاتے لیکن حضرت ابو بکرؓ کی نظر بصیرت اور دُور رس نگاہ اس کو تاڑ گئی کہ لوگوں
کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی اور نہ آپ کی وفات
ہوگی۔ اس سے تو وحید پر ضرب کاری لگتی ہے اور خاصہ خداوندی میں آپ کو
شریک کرنا لازم آتا ہے۔ بالفاظ دیگر آپ کو الہ بنانا پڑتا ہے۔ اس لیے بوقت
انہوں نے اس عقیدہ کا قطع قبح کر دیا اور امت کو ایک بڑے فتنہ سے بچایا۔ باقی
وفات کے بعد قبر میں آپ کی زندگی اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
والسلام کی زندگی اور عند القبر آپ کا صلوٰۃ والسلام کا سُنا اور جواب دینا تو یہ حق اور
ثابت ہے جیسا کہ صحیح احادیث اور اجماع سے ثابت ہے (دیکھئے تہذیب النور
اور تسکین الصدور وغیرہ) لہذا اس حدیث اور اس مضمون کی اور حدیثوں سے یہ
استدلال کرنا کہ آپ کی وفات حسرت آیات کے بعد قبر مبارک میں آپ کی
حیات ثابت نہیں نہ مغالطہ ہے۔

(ب) ایک شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس
میں حاضر ہوا اور اُس نے کہا ما شاء اللہ و مشیئت (جو خدا کو منظور ہوگا وہ کرے
گا اور آپ کریں گے) آپ نے فرمایا اجعلتینی للہ یتدو فی روائۃ عدل (کیا تو نے
مجھے خدا تعالیٰ کا شریک بنا لیا؟) بلکہ یوں کہو یعنی ما شاء اللہ و وحدہ (جو خدا تعالیٰ
وحدہ لا شریک لہ کو منظور ہوگا وہی ہو کر ہے گا)۔ (ادب المفرد ص ۱۱۱، امام
بخاری مستدرک احمد ج ۱ ص ۲۱۱، ابن مسیح، مشکل الآثار ص ۹، امام طحاوی و کتاب
الاسماء والصفات امام بیہقی ج ۱ ص ۱۱۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص شریعت میں جناب محمد رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک کرے گا تو وہ بھی
مشرک ہو جائے گا اور بارشاد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا کہنے والا گویا
خدا تعالیٰ کا زندہ بنارہا ہے۔ یہ حدیث بھی صاف دلیل ہے کہ دوسرے کسی کو تو

اللہ والے ہو جائیں گے کہ تم سکھاتے تھے کتاب اور جیسے کہ تم آپ بھی پڑھتے تھے اسے: (یہ تمام ترجمہ ہے)۔

آگے ارشاد ہوتا ہے:-

وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَوْلِيَاءَ أَيَا تُؤْمَرُونَ بِالْكَفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۚ

اور نبی تم کو حکم نہ کرے گا اس بات کا کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب بنا لے۔ کیا وہ تم کو کفر سکھائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔

(پ، آل عمران، ۷۷)

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے فرشتوں اور نبیوں کو بھی رب بنانے کی وجہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، اور پیغمبر ایسی تعلیم سکھانے نہیں آیا کرتے کہ فرشتوں کو رب بنالیا جائے۔ اور خدا تعالیٰ کے رسولوں کو رب اور الہ قرار دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب قیامت کے دن تمام کائنات کے میدانِ مشر میں جمع کیا جائے گا تو فرشتوں سے اللہ تعالیٰ سوال کرے گا:-

وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلَيْسَ لَنَا مِنْ دُونِهِمْ ۖ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ

اور جس دن جمع کرے گا ان سب کو پھر کہے گا فرشتوں کو کیا یہ لوگ تمہاری پرستش کیا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے پاک ہے تیری ذات تو یہی ہمارا کارساز ہے۔ ان کے علاوہ، بلکہ وہ توحیات کی پرستش کرتے تھے یہ اکثر انہی پر اعتقاد رکھتے تھے۔

(پ، سبا، ۱۵)

عبادت کا معنی مافوق الاسباب پیکار نے کے بھی آتا ہے جیسا کہ اپنے موقع پر بیان ہوگا۔ اگر لوگ بتوں ہی کو پکارا کرتے تھے اور ان کی عبادت کیا کرتے تھے تو فرشتوں سے اس باز پرس کا کیا مطلب؟ اور ان سے یہ سوال کیوں ہوگا؟ اور پھر فرشتے جنات کی عبادت کرنے والے، ان کو پکارنے

کیا اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی کارخانہ خداوندی میں شریک ٹھہرائے گا تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام الانبیاء اور سید المرسلین تھے، بہت نہ تھے۔ (عیاذ باللہ تعالیٰ)

(ج) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم یہ نہ کہا کرو!

ما شاء الله و شاء محمد بن ما شاء الله وحده اذ كما قال:-

کہ جو خدا تعالیٰ چاہے گا اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہیں گے (بلکہ یوں کہیں گے)

رکنز الحال ۲ ص ۱۳۴ و کتاب الاعتبار ۲۳۲

روایت ثقات مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۰۹

(د) بلکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعظیم کے الفاظ بھی استعمال فرماتے ہیں۔

لَا تَقُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ وَ شَاءَ فُلَانٍ

یہ نہ کہا کرو کہ جو خدا تعالیٰ چاہے گا اور فلاں چاہے گا بلکہ یوں کہا کرو جو خدا تعالیٰ اکیلا چاہے گا۔

(مسند طیالسی ص ۵۷)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص مشیت خداوندی میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور کسی دوسری ذات یا ہستی کو بھی شریک ٹھہرائے گا تو بھی کافر اور مشرک ہوگا۔ اور اگر شرک صرف بتوں ہی کی عبادت سے ہوتا یا بتوں کو ہی خدا کے ساتھ شریک کرنے سے ہوتا تو آپ فرمادیتے۔ لوگو! تم بتوں کو اور اصنام کو مشیت ایزدی میں شریک نہ کرو کیونکہ ایسا کہنے سے بتوں کو نیک یا شریک بنانا لازم آتا ہے، اور ایسا کفرناشرک ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ پیغمبروں کا منصب بتلاتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:-

”کہ کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اس کو دیوے کتاب اور حکمت اور پیغمبر کرے پھر وہ کہے لوگوں کو کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کے سوا لیکن یوں کہے کہ تم

والے اور انہی پرستش کرنے والے بھی مشرک ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ نہ فرشتے بت ہیں اور نہ ہی جنات، تعویذات پر یا جبرائیل یا میکائیل یا اسرافیل وغیرہ لکھنے والے اور ان کو پکار کر ان سے مدد طلب کرنے والے ان آیات سے عبرت چل کریں چونکہ فرشتوں نے کسی طرح بھی اپنی پرستش کی تعلیم نہیں دی اس لیے وہ صاف انکار کر دیں گے کہ نہ ہمیں معلوم اور نہ ہم نے ایسی تعلیم دی۔ بخلاف جنات کے کہ ان میں اکثر کھڑ اور شرک کے شیدائی ہوتے ہیں اور خصوصاً جنات کا بابا ابلیس تو ہر چیز سے شرک پر زیادہ زور دیتا ہے تاکہ جہنم میں اس کے ہمیشہ رہنے والے ساتھی تیار ہو سکیں۔ اسی لیے وہ مختلف زبانوں میں شرک کی رنگت کو بدل بدل کر پیش کرتا ہے تاکہ شرک پہچان نہ جاسکے۔

بدل کے بھیس زمانے میں پھرتے ہیں
اگرچہ پیر ہے آدم، جواں ہیں لادینات

انسانوں کا ایک گروہ جنات سے استعانت کیا کرتا تھا۔ اور جب کبھی وہ کسی پرخطر وادی سے گزرتا تو جنات کے رئیس وادی کی پناہ ڈھونڈتا تھا اور اس کے نام کی نذر و نیاز دیا کرتا تھا۔ چنانچہ اسی طرح کے جنوں کا ایک گروہ مسلمان ہو گیا اور ان کے عقیدت مند انسانوں کو ان کے اسلام لانے کی اطلاع نہ ہو سکی اور وہ بدستور ان کی پرستش کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان انسانوں کو تنبیہ فرمائی۔ (بخاری ۲ ص ۶۸۵ و مستدرک ۲ ص ۳۶۲)

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ دَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ
فَلَا يَمْلِكُونَ كَشَفَ الضُّبِّ عَنْكُمْ
وَلَا تَحْوِيلًا ۚ اُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ
يَبْتَغُونَ اِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ
اِيَّاهُمْ اقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَةً

کہہ، پکارو جن کو تم سمجھتے ہو اللہ کے نیچے
سو وہ اختیار نہیں رکھتے کہ کھول دیں تمہاری
تکلیف اور نہ بدل سکیں وہ لوگ جن کو یہ پکارتے
ہیں وہ خود ڈھونڈتے ہیں اپنے رب تک
وسیلہ کہ ان میں کون زیادہ مقرب بنتا ہے

وَيَخَافُونَ عَذَابَ ۙ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ
كَانَ مَخْذُومًا

اور وہ امید رکھتے ہیں اس کی مہربانی کی اور
ڈرتے ہیں اس کے عذاب سے بیشک تیرے
رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

(پ ۱۵ - سورۃ بنی اسرائیل ص ۷)

اس مضمون سے معلوم ہوا کہ تکلیف دور کرنے کی امید سے جو عوام الناس غیر اللہ کو پکارتے ہیں تو وہ سخت غلطی میں مبتلا ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی تکلیف دور نہیں کر سکتا۔ اور نہ بدل سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے نیک بندے خود طاعت اور عبادت کی وجہ سے اس کا تقرب چاہتے ہیں، اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں، اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ جہنم بت نہیں ہوتے بلکہ خدا تعالیٰ کی ایک جاند مخلوق ہے اور اس مضمون سے معلوم ہوا کہ یہاں جنات کی جس قسم کو پکارا گیا تھا وہ مؤمن اور بڑے نیک تھے، اللہ تعالیٰ کا تقرب چاہتے تھے اور اس کے عذاب سے خائف تھے۔

⑤ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ ارشاد نازل فرمایا کہ تم بھی اور تمہارے
معبود بھی جن کی تم عبادت کرتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہو گے اور دوزخ میں
داخل ہو گے۔ اگر تمہارے یہ معبود اللہ ہوتے تو یقیناً دوزخ میں داخل نہ ہوتے تو
مشرکین نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ فرشتوں کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت کی جاتی ہے لہذا
یہ بھی دوزخ میں داخل ہوں گے۔ (یہ ہے جناب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی تعلیم، العیاذ باللہ تعالیٰ) اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا :-
بے شک وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف
سے بھلائی طے ہو چکی ہے وہ دوزخ سے
دور رکھے جائیں گے وہ نہیں سنیں گے

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّمَّا
اَلْحُسْنٰى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ
لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسًا وَّهْوًا فِیْ

مَا اسْتَهْمَتْ اَنْفُسُهُمْ مِنْ خَلْقٍ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝
(پکا، الانبیاء، ع) اس کی آمٹ اور وہ اپنے جی کے مزلوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

یعنی فرشتوں کو اور حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہم السلام کو دوزخ سے دور رکھا جائے گا۔ (مستدرک ج ۲ ص ۳۸۵۔ قال الحاکم والذہبی صحیح)

اس سے معلوم ہوا کہ اہل لسان مشرک بھی اچھی طرح یہ سمجھتے تھے کہ فرشتوں حضرت مسیح اور حضرت عزیر جیسی بلند ترین مخلوق کی عبادت بھی شرک کی زد میں آتی ہے اور قرآن کریم کے ظاہری الفاظ سے وہ تعظیم کے کمر اعتراض کرنے لکھڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ شرک تو صرف بتوں کی پوجا سے ہوا کرتا ہے۔ ذوی العقول مخلوق کو درمیان میں لانے کا کیا معنی؟ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جاندار اور ذوی العقول مخلوق میں سے اپنے نیک بندوں کو کشتہ قرار دیا کہ مخلوق میں سے وہ جہنم سے دور رہیں گے۔ جنہوں نے نہ شرک کیا نہ لوگوں کو شرک پر آمادہ کیا اور نہ اس پر راضی ہوئے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے اس مضمون میں اس کی نفی نہیں کی کہ مخلوق کی عبادت نہیں کی گئی بلکہ اس کی نفی کی ہے کہ خدا کے نیک بندے جن کی لوگوں نے از خود عبادت کی، دوزخ سے دور رکھے جائیں گے، بخلاف ان انسانوں اور جنوں کے جنہوں نے نذریں اور نیازیں وصول کیں۔ سجدے کرائے اور مجبور بن بیٹھے۔ وہ یقیناً جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ باقی لفظ ”وما“ اور حضرات مفسرین کرام کی اصنام کی قید سے دھوکہ نہ ہو غصہ یہ اس کی تحقیق آ رہی ہے۔ انشاء اللہ العزیز۔

۸ قرآن کریم میں اس امر کی پوری تصریح موجود ہے کہ لوگوں نے جنوں کی عبادت کی ہے۔ حالانکہ جن بھی مکلف مخلوق ہے۔ کوئی ان میں مسلمان ہے کوئی کافر اور یقیناً جن بت نہیں ہیں۔

(الف) بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ۝ بلکہ وہ جنوں کی عبادت کرتے تھے اور ان میں

الْحَيُّ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ۝
(پ ۲۲، سبا، ع) سے اکثر ان پر ایمان لائے ہوئے تھے۔

(ب) وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ رِبِّ ۝ الغام، ع) اور ٹھراتے ہیں جنوں کو اللہ کا شریک حالانکہ اس نے ان کو پیدا کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں نے جنوں کو خدا کا شریک ٹھرایا اور ان کی عبادت کی ہے۔ رہا یہ سوال کہ ان کی کس طور پر عبادت کی تو اس کی تشریح سورہ جن میں یوں آتی ہے:-

وَإِنَّهُمْ كَانُوا رَبَّالْعَالَمِينَ الْغَيْبِ يَعْبُدُونَ رَبِّ الْعَالَمِينَ
فَمَا دُونَهُمْ دَهْقًا ۝ (پ ۲۹، جن، ع) اور یہ کہ تھے کتنے مرد انسانوں میں پناہ پکڑتے تھے کتنے مردوں کی جنوں میں سے، سو وہ جنات اور سرچڑھنے لگے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جنوں کی عبادت سے مراد ان کی پناہ ڈھونڈنا اور خطرات نقصانات کے مقابلہ میں ان سے حفاظت اور نگرانی طلب کرنا ہے اور ان پر ایمان لانے سے مراد ان کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا ہے کہ وہ پناہ دینے اور حفاظت کمنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

۹ قرآن کریم کا فیصلہ ہے کہ خدا کے نیک بندوں کو اس کے درے کا رستہ بنانے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔
أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ ۝
اب کیا سمجھتے ہیں کافر کہ ٹھرائیں میرے بندوں کو میرے دے حایٰ۔

(پ ۲۲، کہف، ع) قرآن کریم میں منافقین کے فعل ربا کی تردید میں اَوَّلِيَاءُ النَّاسِ کہ لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز وغیرہ ادا کرتے ہیں) سے کی گئی ہے، اور حدیث میں آتا ہے:- إِنَّ الْيُسْيُورَ مِنَ الْيَتَامَىٰ شُرَكَاءُ (مستدرک اصحیح) کہ بھڑکا دکھاؤ

بھی شرک ہے۔ اور حدیث آتی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے لیے نماز کو طول دے گا تو اس کا یہ فعل شرک خفی اور ریا ہوگا۔ (ابن ماجہ ص ۳۲)

اگر شرک صرف بتوں کی عقیدت سے ہی ہوتا ہے تو لوگوں کے دکھاؤ کے لیے جو فعل کیا جائے اس پر شرک کا اطلاق کیسے صحیح ہوا۔ یہ الگ بات ہے کہ شُرک دُونِ شُرک کا معنی ملحوظ رکھنا پڑے گا مگر لفظ شرک کا اطلاق تو اس پر وارد ہے۔

۱۱) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو ایک خط لکھوایا جس میں آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔

امّا بعد فانی ادعوکم الی عبادۃ اللہ من عبادۃ العباد وادعوکم الی ولایۃ اللہ من ولایۃ العباد (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۹ بحوالہ ہیثمی)

امابعد، میں تمہیں بندوں کی عبادت کے بجائے خدا تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتا ہوں اور بجائے اس کے تم بندوں کو کارماز سمجھ میں تمہیں اس کی دعوت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو کارماز سمجھو۔

اگر شرک صرف بت پرستی ہی کا دوسرا نام ہے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبادۃ العباد اور ولایۃ اللہ کے بجائے عبادۃ الاصنام اور عبادۃ الاداتان کیوں نہ فرما دیا؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو اہل کتاب کو (جو حضرت مسیح احبار اور رہبان کو ادباً با مِّنْ دُونِ اللہ بنا چکے تھے) یہ دعوت دی ہے کہ عباد (بندوں) کی عبادت اور ولایت و کارسازی کے بجائے اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت اور کارسازی کا اعتراف اور اقرار کرو۔

اب جو لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ شرک تو بتوں کی پرستش یا پکارنے

سے ہی ہوتا ہے، وہ غلط کہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت عزیر علیہ السلام، حضرت مسیح علیہ السلام، حضرت مریم علیہا السلام اور اللہ تعالیٰ کے نبیوں، فرشتوں اور جنوں کی بھی عبادت اور پرستش کرے گا تو وہ بھی یقیناً مشرک ہوگا۔ عبادت اور پرستش کا معنی اپنے محل پر ذکر ہوگا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ) یہ یاد ہے کہ شرک جیسے قبیح ترین فعل کی وجہ سے خواص تو کیا عوام الناس بھی محذور نہیں ہو سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک عاقل کو اتنی سمجھ دے رکھی ہے جس سے وہ توحید و شرک کا امتیاز کر سکتا ہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور کتابوں کا نازل ہونا اس پر مستند ہے مگر حیف بر حیف ہے ان لوگوں پر جن کو ان کی جماعت اہم اور مجہّد کا خطاب دیتی ہے وہ بھی دنیا اور آخرت کی سب مرادیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وابستہ کرتے ہیں چنانچہ فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت خاں صاحب بریلوی مسلم وغیرہ کی حدیث سے (جو خبر واحد ہے اور ان کے نزدیک بھی عقائد کے باب میں اس کو پیش کرنا ہرزہ بانی ہے) اور اس کی شرح میں بعض شرح حدیث کے غیر معصوم اقوال اور محل عبارات سے بالکل ایک غلط اور سراسر باطل عقیدہ پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں واللہ المستیٰ بالذی فی فتاویٰ افریقیہ ص ۱۱ طبع رضوی پبلیش بریلی) سوال یہ ہے کہ اگر واقعی دنیا و آخرت کی سب مرادیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اختیار میں ہیں تو دیگر ہزار ہا ائمہ کو چھوڑیے صرف اس بات کی طرف توجہ کیجئے کہ آپ نے باوجود قلبی خواہش اور سچی آرزو کے اپنے مہربان چچا اور مجازی مربی ابو طالب (جن کا نام عبد مناف تھا) کو دولت ایمان اور ہدایت دے کر اپنی ہی مراد کیوں نہ پوری کر لی؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اور پھر عبد اللہ بن ابی رہیس المنافقین کو ساری ممکنہ تدبیریں اختیار کرنے کے باوجود بھی رکھ اس کا جنازہ بھی بڑھایا اس کے بدن پر اپنا عتق مبارک بھی ملا۔ پس جب اطہر سے کمر تہ نکال کر اس کو بطور کفن بھی

پہنایا اور اس کے لیے مغفرت کی دعا بھی کی (کیوں اُس کو نہ بخش دیا یا کم از کم کیوں بخشوا دیا؟ جب کہ خانصاحب کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کن اور ممکن کے سب اختیار بھی حاصل تھے۔ چنانچہ خان صاحب لکھتے ہیں :-

احمد سے احمد اور احمد سے تجھ کو کن اور سب کن ممکن حاصل ہے یا غوث

(حدائق بخشش ص ۱۸ حصہ دوم)

اپنے ملاحظہ کر لیا کہ بقول خانصاحب کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب کن ممکن کے اختیارات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہو چکے تھے اور پھر آپ کی طرف سے یہ سب اختیارات حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو حاصل تھے اور انہی اختیارات کا یہ نتیجہ ہے کہ خان صاحب لکھتے ہیں کہ - آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک اُن کے نائب اُن کے وارث اُن کے فرزند اُن کے دلہند غوث الثقلین غوث الکونین جنور پرنور سیدنا مولانا امام ابو محمد شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام عرض نہ کرے۔ بلفظہ (الامن والعلیٰ ص ۱۲۳ طبع لاہور) خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ جب سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ولادت باسعادت ہی نہیں ہوتی تھی اس وقت آفتاب کیسے طلوع ہوتا تھا؟ اور اس بیچارے پر اس وقت کیا گزرتی ہوگی؟ داد دیجئے اس اسلام اور اس توحید کی جس کا نمونہ خان صاحب پیش کر رہے ہیں اعاذنا اللہ تعالیٰ من ہذہ الخلافات الواہیات۔

سچ ہے ع

حقیقت خرافات میں کھو گئی

باب ششم

بعض حضرات مفسرین کرام نے مِنْ دُونِ اللہ، غَیْرِ اللہ وَالَّذِیْنَ تَدْعُونَ وغیرہ آیات کی تفسیر میں اصنام کی قید لگائی ہے۔ عوام تو کیا بلکہ بعض پڑھے لکھے طبقہ کو بھی اس کا مطلب سمجھنے میں فاحش غلطی ہوئی ہے اس لیے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس غلطی کو بھی دور کر دیا جائے۔

دُنیا میں کوئی بھی قوم ایسی نہیں گذری، جس نے محض لکڑی، پتھر اور اینٹ کی بے جان مورت کو خدا یا اللہ بنایا ہو۔ بلکہ بُت، تصویر اور مجسمہ جب بھی بنایا گیا، کسی جاندار مخلوق بلکہ بزرگوں اور پیغمبروں اور نیک بندوں کے نام اور شکل پر ہی بنایا گیا اور بتوں سے وہ کام لیا گیا جو نا اہل لوگوں نے تصویر شیخ سے یا غالی لوگوں نے فوٹو اور تصویر سے لیا کہ ان کے سامنے رکھنے سے ذمی صورت اور صاحب تصویر کا خیال چمنے کی وجہ سے یک جہتی واقع ہوتی ہے اور خیالات پر اگندہ نہیں ہوتے بقول شخصے :-

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار

جب ذرا گھر دل مجھ کا، دیکھ لی

آپ مندرجہ ذیل دلائل کا مطالعہ فرما کر نظریہ قائم کریں کہ بتوں کی حقیقت کیا ہے :-

① قرآن کریم میں جو پانچ الہوں کا ذکر ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پوجے جاتے تھے، جن کے نام یہ ہیں: - وُد، سواع، یغوث، یعوق اور نسر۔ یہ کون تھے؟ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے نیک اور صالح انسان تھے جن کی پرستش کی جاتی تھی۔ (صحیح بخاری ۲ ص ۳۲۷)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ یہ پانچوں نام حضرت ادریس علیہ السلام کے صاحبزادوں کے ہیں، بہت نیک لوگ تھے۔ (تفسیر عزیزی اردو پارہ تبارک الذی ص ۹۷ اور تفسیر ابن کثیر ص ۲۶) میں بھی اس کے قریب قریب مضمون ہے فرق اتنا ہے کہ اس میں وُد حضرت شیث علیہ السلام کا نام بتایا ہے اور باقی چار ان کے بیٹے اور ایک روایت میں یہ پانچوں حضرت آدم علیہ السلام کے (بالواسطہ) بیٹے بتاتے ہیں آخر پوتے در پوتے بھی بیٹے ہی بنتے ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ قرآن میں بتوں کے ایسے نام جو انسانوں کے نام تھے یہ ہیں: - وُد، سواع، یغوث، یعوق، نسر۔ (تفسیر القان اردو ۲ ص ۳۵۳) گویا حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے یہ پانچ پیر تھے۔ جیسے آج کل بھی عموماً ہر علاقہ میں پانچ پیر ہوتے ہی ہیں۔

یہ بحث بھی فائدے سے خالی نہ ہوگی کہ یہ پانچوں بزرگ بڑے نیک اور متقی تھے:-

ولہم اتباع یقتدون بہم فلما ماتوا قال اصحابہم الذین یقتدون بہم لوصورتہم کان اشوق لنا الی العبادۃ انا ذکرناہم فضودہم الخ البیادہ والنہایہ (ص ۵۸ و ابن کثیر ص ۲۶)

اور ان کے کافی پیروکار تھے جو ان کی اقتداء کرتے تھے۔ جب ان پانچوں کی وفات ہو گئی، تو ان کی پیروی کرنے والوں نے کہا، کہ ہم اگر ان کا تصویر پیش نظر رکھیں تو عبادت میں بڑا ذوق اور شوق حاصل ہوگا تو انہوں نے ان کی تصویریں اور فوٹو بنالیے۔

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:-

قال غیر واحد من السلف کان ہولاء قوما صالحین فی قوم نوح فلما ماتوا عکفوا علی قبورہم ثم صوروا تماثلہم ثم طال علیہم الامد فعبدوہم راغاثۃ الہفان (۱۸۴۲) ومثلہ فی البیادہ والنہایہ ص ۲۹

اکثر حضرات سلف کا بیان ہے کہ یہ پانچ حضرات حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگ تھے جب وہ وفات پا گئے۔ تو لوگوں نے ان کی قبروں پر مجاوری اختیار کر لی، پھر ان کی تصویریں اور محنت بنالیے۔ پھر جب کافی زمانہ گزر گیا، تو ان کی عبادت شروع کر دی۔

ان اقتباسات سے معلوم ہوا کہ دنیا میں سب سے پہلا شرک خدا تعالیٰ کے نیک بندوں اور ان کی قبروں سے شروع کیا گیا، اور لطف کی بات یہ ہے کہ وہ بھی محض تقرب خداوندی اور رضائے الہی کی تحصیل کی غرض سے وہ ایسا کرتے تھے اور یہی کچھ آج بھی ہو رہا ہے اور اس شرک کی ترویج و اشاعت میں بڑے بڑے فرزانے بھی دلیوانے ہوتے چلے جاتے ہیں:-

خبر دکانام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حسن کر نغہ ساز کئے

② قرآن کریم میں لات ایک بت کا ذکر ہے۔ یہ کون تھا؟ یہ ایک نیک آدمی تھا جو حاجیوں کو ستو گھول گھول کر پلا یا کرتا تھا، جس کے نام پر بت بنایا گیا تھا۔ (بخاری ۲ ص ۶۱)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت مجاہدؒ اور حضرت ربیع بن انسؓ وغیرہ حضرات مفسرین کرام کا بیان ہے کہ لات ایک آدمی کا نام تھا، جو ایام جاہلیت میں حاجیوں کو ستو گھول گھول کر پلا یا کرتا تھا۔ فلما مات عکفوا علی قبرہ فعبدوہ (ابن کثیر ص ۲۵۳)

جب اس کی وفات ہو گئی تو لوگوں نے اس کی قبر پر عبادت شروع کر دیا اور اس کی عبادت ہونے لگی

یہ عبادت کس طرح کی تھی؟ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت ملاحظہ ہو:

وَقَدْ قَالَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ مُشْرِكِي مَكَّةَ
بِتَوْبِهِمْ لَجَلَ سَخِي كَانَ يَلْتُ
السُّوَيْقُ لِلْحَجَّاجِ أَنَّهُ نَصَبَ مَنَصَبَ
الْأَلُوْهِيَّةِ فَعَجَلُوا بِسَتَعِينُونَ بِهِ
عِنْدَ الشَّدَائِدِ (رَبُّدُودِ بَانِغَهُ ص ۱۲)

اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کی تکفیر کی اس لیے کہ انہوں نے ایک سخی انسان کو جو جاپوں کو پانی میں ستو ملا کر پلایا کرتا تھا منصب الٰہیت دے دیا تھا اور تکالیف میں اس سے مدد طلب کیا کرتے تھے۔

فائدہ: حضرت مفتی سعد اللہ صاحب لکھتے ہیں:-

رجل يَلْتُ بالسُّوَيْقِ بِالطَّائِفِ وَ
كَأَنَّهُ يَحْكُمُونَ عَلَى قَبْرِهِ فَعَجَلُوا
وَتَنَا (كَاشِفُ ظُلَامٍ ص ۱۲)

کہ لات طائف میں لوگوں کو پانی میں ستو گھول گھول کر پلایا کرتا تھا۔ لوگوں نے اس کی قبر پر سچو شروع کر دیا، حتیٰ کہ اس کو بت ہی بنا دیا۔

۳) جب ۵ھ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رستل منہار قدوسیوں کی معیت میں مکہ مکرمہ فتح کیا تو اس وقت کعبۃ اللہ میں تین سو ۳۶۰ بت نصب تھے۔ جن میں خصوصیت کے ساتھ صودۃ ابراہیم واسماعیل فی ابیدہما من الاذلام الخ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں بھی تھیں، جن کے ہاتھوں میں لاٹری کے نیزے دکھائے گئے تھے۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۱۲)

منہاج احمد کی روایت میں ہے کہ ان تصویروں اور مجسموں میں ایک حضرت مریم کی تصویر بھی تھی (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۳۰۳)

۴) حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ عزیٰ ایک پری تھی، جن درختوں میں اس کا ظہور ہوا تھا، ان کو لوگوں نے متبرک سمجھ کر عبادت گاہ بنا لیا تھا:-

(معجم البلدان ۲ ص ۱۶۵)

حافظ ابن کثیرؒ، امام نسائیؒ اور امام بیہقیؒ کی سند سے یہ روایت کرتے ہیں کہ جب ۵ھ میں مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آنحضرت اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کو عزیٰ کی بیج بکھی کے لیے بھیجا، وہ گئے اور کیکر کے تین درخت کاٹ کر اور ایک مکان کو منہدم کر کے چلے آئے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا: اے خالدؓ! کیا کر آئے؟ انہوں نے سارا قصہ سنا دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے کچھ بھی نہیں کیا، پھر جاؤ اور جا کر عزیٰ کو ختم کر آؤ۔ چنانچہ جب وہ وہاں پہنچے، تو مجاور یہ کہہ رہے تھے۔ یا عزیٰ، یا عزیٰ۔ اتنے میں:-

فَإِذَا امْرَأَةٌ عِدْيَانَةٌ فَاشْتَرَتْ شَعْرَهَا
تَحْتَوِ الْتَرَابَ عَلَى رَأْسِهَا حَتَّى
قَتَلَهَا ثُمَّ رَجَعَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْبَرَهُ فَقَالَ
تِلْكَ الْعِزَّى الْخَالِدِيَّةُ وَالنَّهْيَانِيَّةُ

ایک عورت نکلی جس کا بدن ننگا تھا۔ جو بال نوچ رہی تھی اور سر پر خاک ڈال رہی تھی حضرت خالدؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر حضورؐ کی خدمت میں آئے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں یہ عزیٰ تھی جو قتل کر دی گئی ہے۔

ص ۳۱۶ وابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۴)

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عزیٰ ایک پری تھی، جس کی لوگ پوجا کرتے تھے۔ افسوس ہے کہ اس کی جگہ نے ظہور کے کیکر دوں کا ذکر تو کیا جاتا ہے مگر عزیٰ کا نہیں ہونا اور شرک کی حقیقت کی پردہ پوشی کی جاتی ہے۔

۵) منات بھی انسان کا نام تھا۔ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ قرآن میں بتوں کے ایسے نام جو کہ انسانوں کے تھے، یہ ہیں، لات و منات وغیرہ۔

یہ قریش کے بتوں کے نام ہیں۔ (تفسیر القان ۲ ص ۲۵۳ اردو)

۶) قرآن کریم میں جو بتوں کا ذکر آتا ہے، علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں بعل ایک عورت کا نام ہے جس کی بہت لوگ عبادت کرتے تھے۔ (تفسیر القان

اردو ج ۲ ص ۳۵۲ و مثلہ فی ابن کثیر ج ۲ ص ۲)

④ اہل عرب میں دو مشہور بُت تھے، اساف اور نائلہ، اور یہ بھی امام نوویؒ وغیرہ کی تصریح سے دو انسان تھے۔ مَرُور زمانہ کی وجہ سے لوگوں نے ان کی عبادت اور پستش شروع کر دی تھی۔ (نووی شرح مسلم ص ۴۱۲)

حضرت ابن ابزیؒ سے روایت ہے کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو ادھیڑ عمر کی ایک حبشی نما بڑھیا داویلا کرتی ہوئی اور اپنے رخساروں کو نوچتی ہوئی جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا:

تلك نائلة آليست ان تعبد
ببلدكم هذا ابداً۔
(البدایہ والنہایہ ص ۳۰۲)

یہ نائلہ ہے اس سے ناامید نہ ہو
کہ تمہارے اس شہر میں کسی بھی وقت
اس کی پوجا ہو۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ نائلہ بھی غُزنی کی طرح کوئی مؤنث جن اور پری تھی جس کی مشرکین پستش اور پوجا کرتے تھے۔

⑤ عرب کا ایک مشہور بُت تھا جس کا نام ہبل تھا۔ یہ ایک بُت اور مجسمہ تھا جو ہبل کے نام پر لوگوں نے بنا رکھا تھا۔ (فیض الباری ص ۹۶)

چونکہ قایل نے اپنے بھائی ہابل کو اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے شہید کر دیا تھا۔ اس لیے اس شہید مظلوم سے عرب کے مشرک مصیبت اور تکلیف کے وقت اور خاص طور پر جنگ کے موقع پر (جیسا کہ حضرت البوسفیانؒ نے بحالت کفر جنگ احد میں اعلٰی ہبل کا نعرہ بلند کیا تھا۔ بخاری ص ۵۹۹) استعانت اور استمداد کیا کرتے تھے۔ اور ان کا ایک عظیم الشان مجسمہ تیار کر کے یادگار کے طور پر کعبہ کے اندر نصب کر رکھا تھا۔

مشہور مورخ علامہ ہشام کتاب الاصلام میں لکھتے ہیں۔
ان سب میں ان کے خیال میں بڑا ہبل تھا،
اعظمہ قہمہ ہبل علی
منورة الانسان مكسورة اليد
جو انسانی صورت کا ایک مجسمہ تھا جس

الیمنی (جوالہ افاثۃ اللہ فان ج ۲ ص ۲۱۵)

کادایاں ہاتھ لٹا ہوا تھا۔

کیا بعید ہے کہ قایل نے سب سے پہلے ان کادایاں ہاتھ ہی توڑیا کاٹ دیا ہوتا کہ ان میں مقابلہ اور مزاحمت کی طاقت ہی نہ ہے۔ مگر وہ تو یہ کہ عفو و کرم تھے۔ حال میں اپنے مست ہوں، غیر کا ہوش ہی نہیں رہتا ہوں میں جہاں میں یوں جیسے یہاں کوئی نہیں

⑨ ابہہ نے صنعاء۔ یمن میں کعبہ کے مقابلہ میں جو کمرہ جات تعمیر کرایا تھا۔ اس میں اس نے عرب کے مشہور مذہبی اور سیاسی راہنما کعب اور اس کی بیوی کا مجسمہ نصب کرایا تھا۔ (حاشیہ افاثۃ اللہ فان ج ۲ ص ۲۲۰)

⑩ حضرت عثمانؓ ہندی کا بیان ہے کہ ہمارا ایک صنم تھا جو عورت کی صورت پر حست سے تیار کیا گیا تھا۔ (حاشیہ افاثۃ مذکورہ ص ۲۲۱)

⑪ حضرت البوسفیانؒ سے روایت ہے کہ ان کو ایک ایسے گرجے اور عبادت خانے میں جانے کا موقع ملا جس میں جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کی تصویریں اور فوٹو آویزاں تھے۔ (مجمع البحار ج ۲ ص ۱۹۹) دیکھو فی ابن کثیر ج ۲ ص ۳۵۳) لیکن اس میں روایت حضرت حمیر بن مطعم سے ہے۔

بہت ممکن ہے کہ اہل کتاب نے حضور کا حلیہ مبارک محفوظ رکھنے کا یہ طریقہ اختیار کیا ہو اور روایات سے اس کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ (المتوفی ۷۴۳ھ) نے امام حاکمؒ اور امام بیہقیؒ کی سند سے (جس کی اسنادہ لایأس بہ کہہ کر ائمہوں نے تصحیح بھی کی ہے) حضرت ہشام بن العاص الامویؒ سے ایک طویل روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے دمشق میں شاہی تختیل میں پادریوں کے پاس حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت لوطؑ، حضرت اسمٰعیلؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت یسٰیؑ اور حضرت محمدؐ

علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی تصویریں اور فوٹو دیکھے تھے جب کہ وہ سفیر اور قاصد بن کر تشریف لے گئے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۱ مصلہ)

(۱۲) ہندوؤں کے ہاں بڑے بڑے مجسمے مشہور ہیں۔ یہ کون تھے؟ علامہ عبدالکریم جنبلؒ لکھتے ہیں کہ ہندوؤں کے ہاں برہما دیوی ہیں جن کو اہل کتاب ابراہیم اور مسلمان ابراہیم علیہ السلام سے تعبیر کرتے ہیں اور قرآن کریم کی اس آیت سے کہ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم! میں تجھے تمام انسانوں کے لیے پیشوا بنانے والا ہوں) اس کی تائید ہوتی ہے (عاشیہ برطان ص ۲۲ بابت اپریل ۱۹۵۲ء)

اسی طرح بدھ، کرشن اور رام چندر، سیتا وغیرہ کے مجسمے تصویریں اور فوٹو بھی دراصل انسانوں کی عظمت اور ان کی شہرت کی یاد گاریں ہیں۔ بھلا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ایک من کی لکڑی یا پتھر، حاجت روا اور موجود نہ ہو سکے لیکن جب اس کو چھیل یا تراش کر دس سپر کر دیا جائے تو وہ سب کچھ کر سکے؟

بات یہ ہے کہ بن گھڑے پتھر اور لکڑی میں اس سہتی کی سی آنکھیں ناک اور کان وغیرہ نہیں ہوتے مگر جب صنم اس کی شکل پر بن گیا تو صاحب مجسمہ کے نام پر وہ قبلہ توجہ ہو گیا لیکن اصل عقیدت اور محبت لکڑی اور پتھر سے نہیں بلکہ محبوب انسان وغیرہ سے ہے۔

(۱۳) حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت ام سلمہؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم نے ملک حبشہ میں ایک گرجا دیکھا تھا جس میں کچھ فوٹو اور تصویریں تھیں تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں میں جب کوئی نیک اور صالح آدمی مر جاتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد اور تکیہ بناتے تھے، اور اس کا فوٹو اور تصویر بنا کر نصب کر دیتے تھے۔ وہ بدترین مخلوق میں۔ (صحیح بخاری ص ۶۱)

حضرات! آپ جہاں تک بھی سرائے نکالیں گے۔ آپ کو یہی ہے

گا کہ بتوں کی اصل، صاحب بُت، اور تصویروں کی اصل، صاحب تصاویر تھے۔ آج بھی مذہبی اور سیاسی راہنماؤں کے سینکڑوں بُت اور مجسمے بنظر عقیدت لوگ نصب کرتے ہیں۔ عقیدت مجسموں سے نہیں ہوتی بلکہ صاحب مجسمہ سے ہوتی ہے۔ آپ ہندوؤں اور دیگر بُت پرست قوموں سے پوچھ دیکھیں ان میں ارباب فہم و انصاف صاف بتاتے ہیں کہ اسی نظریہ سے انہوں نے اپنے مذہبی اور سیاسی بزرگوں کے نام پر بُت بنائے ہیں، جیسے پتیل، چاندی، لکڑی، اینٹ اور پتھر کے بے جان مجسموں سے انہیں کوئی لگاؤ اور محبت نہیں۔ ان سے جو تعلق بھی ہے، وہ بزرگوں کی عقیدت کی وجہ سے شیطان کے لیے یہ تواضع مشکل تھا کہ وہ کلمہ پڑھنے والوں کو بتوں کی پرستش کراتا۔ کیونکہ اس محاذ پر وہ ایسی شکست کھا چکا تھا کہ اس کا دوبارہ سر اٹھانا تقریباً محال تھا۔ اس لیے اس نے پتھر بدلایا، اور بزرگوں کے بتوں اور مجسموں کے بجائے قبروں سے وہی عقیدت رکھتی شروع کرادی جو پہلے بتوں اور مجسموں سے وہ بارہا کر چکا ہے۔

اسی واسطے جناب بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زور دار الفاظ میں اُمت کو متنبہ فرمایا۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو در و دربار کی وجہ سے بار بار آپؐ چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر ارشاد فرماتے رہے، خدا کی لعنت ہو یہود اور نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ یہ اس لیے فرماتے تاکہ آپؐ کی اُمت آگاہ ہو جائے اور کہیں ایسا نہ کرنے لگے جیسا کہ یہود اور نصاریٰ نے کیا تھا۔ (بخاری ص ۶۲، مسلم ص ۲۱) بلکہ صحیح مسلم میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں: قُبُورِ اَنْبِیَاءِہُمْ وَصَالِحِہُمْ وَکُلِّ لَعْنَتٍ ہُوَ یُہودِہُ اور نصاریٰ پر جنہوں نے پیغمبروں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کرتے تھے:-

اللهم لا تجعل قبري وشايعه اشتد غضب الله على قوم اتحدوا قبور انبياءهم مساجد وشكوة ص ۲ رواہ مالک مرسلًا

اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی عبادت کی جائے اس قوم پر خدا کا ہمت ہی غضب ہو جائیوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

جس چیز سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو آگاہ فرمایا تھا افسوس! آج اکثریت کے ساتھ کلمہ گو اس خرابی میں مبتلا ہی نہیں بلکہ اس کو شرعی لباس اور غلاف پہنا پا جاتا ہے۔ فوالسنا

اکنوں کو ادا مانگ کہ پرسد ز باغبان بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

دنیا کا کوئی عقلمند انسان اس کو باور نہیں کر سکتا کہ کسی باہوش آدمی نے کبھی محض اینٹ اور پتھر وغیرہ کی عبادت کی ہے۔ یہ جو کچھ بھی ہوا، پیغمبروں، بزرگوں جنوں اور دیگر باعزت اور ذی رتبہ مخلوق کے نام پر ہی ہوا۔ کسی کا مجسمہ قبلہ توجہ سمجھا گیا، تو کسی کا فوٹو اسی کے اٹھنے بیٹھنے کی جگہ کو متبرک سمجھ کر اس کی پرستش کی گئی تو کسی کی قبر کو قاضی الحاجات سمجھا گیا۔ اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ البورجاء عطاوی کی روایت سے (جو بخاری ج ۲ ص ۶۲۸ وغیرہ میں ہے) یہ ثابت ہوتا ہے کہ لوگ محض اچھے سے اچھے پتھروں کی پوجا پاٹ اور طواف بھی کیا کرتے تھے اور جب پہلے سے عمدہ پتھر مل جاتا تو پہلے کو پھینک دیتے تھے، حالانکہ وہ پتھر بن گھڑے ہوتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن عمیر

اے حضرت عطاء بن یسار نے بسند صحیح یہ روایت حضرت ابوسعید الخدری سے مرفوعاً بیان کی ہے۔ اور اس معنوں کی مرفوع روایت حضرت ابوہریرہ سے بھی مروی ہے۔

(زرقانی شرح موطا ج ۱ ص ۲۵۱ و تنویر الحوالہ ج ۱ ص ۱۲۳)

لکھتے ہیں کہ اہل مکہ جب در دراز ملکوں میں سفر کرتے تھے:-

حمل معہ حجار من حجارة الحرم تعظیما للحرم فیت ما نزلوا وضعوه فطا فواہ کطوا فہم یالیت حباً

تو اپنے ساتھ حرم شریف کے پتھروں میں سے کوئی پتھر اٹھا لیتے، محض حرم کی تعظیم کی وجہ سے، اور جہاں ٹھہرتے اس کو رکھ کر اس کا طواف کیا کرتے تھے، جیسے بیت اللہ للبیت و صباۃ بہ۔

دالبیدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۱۸۸ واغاثۃ اللہفان ج ۲ ص ۲۱

کا طواف کیا جاتا تھا اور یہ صرف بیت اللہ کی محبت اور عشق کی وجہ سے کرتے تھے۔

زمانہ گزرنے کے بعد بلا شک لوگوں نے افراط و تفریط سے کام لیا ہو گا۔ لیکن دراصل پتھروں کی تعظیم اور طواف بھی اگر کیا جاتا تھا تو اس لیے کہ تعظیم بیت اللہ اور حرم شریف کی عقیدت اور عزت کا پہلو اس سے نمایاں ہوتا ہے اور بیت اللہ اور حرم کی تعظیم جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل علیہما السلام کے خلوص کی یادگار ہے۔ خود صد تکرم کی مستحق ہے کسی نے پتھر کو محض پتھر سمجھ کر الودہیت کا درجہ کبھی نہیں دیا۔ دیکھئے، ویسے تو عرب میں ہزاروں، بلکہ لاکھوں درخت موجود تھے۔ مگر نہ تو کسی کی عقیدت ان سے وابستہ ہوتی اور نہ حضرت عمرؓ کی دوسرے نگاہ اور عینی تدبیر نے ان کو کٹوانے کا حکم دیا۔ انہوں نے کٹوایا بھی تو صرف وہ درخت جس کے نیچے امام الدنیا والآخرة، سید الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر تقریباً پندرہ سو حضرات صحابہ کرام رضی عنہم کی بیعت کی تھی۔ (دیکھئے ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص ۱۲۹ ج ۱ ص ۲۹) کیونکہ شرک کی ابتداء ہی بزرگوں، اولیاء اللہ کی قبروں، ان کی عبادت گاہوں اور شمس و برخاست کی جگہوں سے ہوئی ہے۔

لیجئے! اب آپ صنم اور وثن کا معنی بھی سن لیں:- امام ابن جریر (الموتونی ص ۱۲۱) اور علامہ خازن (الموتونی ص ۱۲۱) لکھتے ہیں:-

والاصنام جمع صنم وهو التمثال
الذي يتخذ من خشب أو حجارة
أو حديد أو ذهب أو فضة على
صورة الإنسان وهو الوثن أيضاً
(تفسير ابن جریر ص ۱۵۹ وغازن ج ۲ ص ۱۲۲)
اور رئیس المحققین شمس المحدثین و امام المتکلمین سید شریف جربانی الحنفی

و المتوفی ۸۱۶ھ) ارقام فرماتے ہیں کہ :-
فانهم لا يقولون لوجود الهين
واجبي الوجود ولا يصفون الوثن
بصفات الالهية وان اطلقوا
عليها اسم الالهة بل اتخذوها
على انها تماثيل الانبياء والازهار
او المثلثة او الكواكب واشتغلوا
بتعظيمها على وجه العبادة توصد
بها الى ما هو الاله حقيقة
(لفظ شرح مواقف ص ۵۸ طبع نوکثور)

بنت پرست دو واجب الوجود اللوں کے
قابل نہیں اور نہ وہ اوثان کو صفات الہیت
سے متصف مانتے ہیں اگرچہ وہ ان پر الہیہ
کا اطلاق کرتے ہیں بلکہ انہوں نے تو حضرت
انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام یا نیک بڑوں
یا فرشتوں یا ستاروں کی تصویریں اور فوٹو
بنا کر عبادت کے طور پر ان کی تعظیم کرنا شروع
کر دی تاکہ وہ اس طریقہ سے الہ حقیقی تک
رسائی حاصل کر سکیں۔

حضرت امام فخر الدین الرازی (المتوفی ۶۰۶ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ :-
انهم وضعوا هذه الاصنام والى ثما
على صور انبياءهم و اكاينهم و
زعموا انهم متى اشتغلوا بالعبادة
هذه التماثيل فان اولئك الاكابر
تكون شفعا لهم عند الله تعالى

ونظيره في هذا الزمان اشتغال
كثير من الخلق بتعظيم قبور الاكابر
على اعتقاد انهم اذا عظموا فبهم
فانهم يكونون شفعا
الله تعالى -

تفسير كبير

والمشركون

تدبير الامور العظام وفيما ابرم و
جزم ولم يتك لنديم خيرة و
لم يوافقهم في سائر الامور
ذهبوا الى ان الصالحين من قبلهم
عبدوا الله وتقرّبوا اليه فاعطاهم
الله الالهية فاستحقوا العبادة
الى ان قال وقالوا هؤلاء يسمعون
ويصرون ويشفعون لعبادهم و
يدبرون امورهم وينصرون لهم فحقوا
على اسمائهم اجمارا وجعلوها
قبلة عند توجههم الى هؤلاء
الخ -

رحمة الله الباذر ج ۱ طبع مصر ص ۵۹

کے ہاں سفارش کرتے ہیں اور اس کی
نظیر اس زمانہ میں یہ ہے کہ بہت لوگ
بزرگوں کی قبروں کی اس اعتقاد کے
تحت تعظیم کرتے ہیں کہ اس طریقہ سے
وہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش
کرتے ہیں۔

ماہب (المتوفی ۱۱۶۶ھ) لکھتے ہیں کہ :-

مشرکین کا مشیماصل کے ساتھ اس امر پر
اتفاق رہا ہے کہ بڑے بڑے کاموں کی تدبیر
توصرف اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے اور ایسے ہی
وہ کام بھی جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے
پختہ فیصلہ کر دیا ہے اُس نے اور کسی کو
ان میں اختیار نہیں دیا لیکن تمام امور میں
مشرک قومیں مسلمانوں کے ساتھ متفق نہیں
رہیں ان کا مذہب یہ رہا ہے کہ ان سے پہلے
جو نیک بندے گزے ہیں انہوں نے اللہ
تعالیٰ کی بندگی کی ہے اور اس کا تقرب حاصل
کیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو الوہیت
اور حاجت روائی کا عہدہ دے دیا ہے سو وہ
مخلوق کی طرف عبادت کے مستحق ہونگے۔
(اگے چل کر فرمایا) اور مشرکین نے کہا کہ وہ صالحین
اب بھی سنتے اور دیکھتے ہیں، اور اپنی عبادت

کرنے والوں کی سفارش کرتے ہیں اور ان کے کاموں کی تدبیر اور ان کی نصرت کرتے ہیں، پھر ان صالحین کے ناموں پر انہوں نے پتھروں کے بُت بنائے اور صالحین کی طرف توجہ کرتے وقت ان کے بتوں کو قبضہ توجہ بنایا۔

حضرت حکیم الامتؒ کی یہ عبارت جناب پیر مر علی شاہ صاحب گورڈی نے بھی اپنی کتاب اعلام کلمۃ اللہ ص ۱۲۴ میں نقل کر کے اس سے استدلال و احتجاج کیا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ ایک مقام پر مشرکین کے بعض فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:-

انہم عمد والی اصنام اتخنوها
علی صور الملائكة المقربین اھ
انہوں نے ملائکہ مقربین کی صورتوں پر
بُت بنائے تھے اور پھر ان کی عبارت
(تفسیر ج ۲ ص ۴۵)

اس سیر حاصل بحث کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ کہہ کر اپنے نفس کو دھوکا دے لے کہ شرک تو صرف وثن پرستی، صنم پرستی اور بُت پرستی کا نام ہے۔ اور کلمہ پڑھنے والا کوئی بھی پتھروں، درختوں اور اینٹوں سے

یہ محض ایک مفروض ہی نہیں بلکہ فریق مخالف کے متعدد علماء یہ لکھتے ہیں۔ بغرض اختصار ایک ہی حوالہ ملاحظہ ہو مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:- کفار جن سے مدد مانگتے ہیں وہ روحانی طاقت سے خالی ہیں پھر وہ پتھروں کو اپنا مددگار جانتے ہیں جن میں یہ روح بالکل نہیں۔ (انتہی البقظ جاء الحق ص ۱۱) سبحان اللہ! جب مفتی قوم کا یہ حال ہو تو دوسروں کی اصلاح کیسے اور کہاں سے؟
خضر کینو کو بتائے کیا بتائے اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے

یا تصویروں اور فوٹوؤں سے عقیدت نہیں رکھتا تو وہ ایک کھلے ہوئے مغالطہ کا شکار ہے۔ اس کو اپنا علاج کر لینا چاہیے بشرطیکہ اسے تائید ایزدی نصیب گھر جو دل میں نہاں ہیں خدا ہی نے تو لپیں

اسی کے پاس ہے مفتوح اس خزانے کی

مگر صد افسوس کہ آج کلمہ گو مسلمانوں نے شرک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اللہ تعالیٰ کی صفات محضہ مثلاً عالم الغیب۔ حاضر و ناظر، مختار کل۔ نافع و ضار۔ رازق۔ پناہ دہندہ، فیاض مشکل کشا۔ حاجت روا اور دافع البلاء والوہاب ہونا وغیرہ وغیرہ اللہ اور علی الخصوص حضرات انبیاء کرام و اولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے نہ صرف یہ کہ ثابت کرتے ہیں بلکہ اپنی اس کاروائی پر پُرصریح بھی ہیں اور ایڑی چوٹی کا زور اس پر صرف کرتے ہیں بلکہ معاذ اللہ تعالیٰ خدا اور رسول کو۔ رسول اور پیر کو حتیٰ کہ خدا اور پیر کو گڈ ٹڈ کرنے پر اُدھار کھلتے بیٹھے ہیں ہم اس جماعت کے ایک سرکردہ بزرگ خواجہ محمد یار صاحب (المتوفی ۱۳۶۶ھ) کے دیوان محمدی الموسوم بہ انوار فرید کے چند اشعار پیش کرتے ہیں غور فرمائیں۔ خدا اور رسول گڈ ٹڈ میں معاذ اللہ! یکے بینم خدا و مصطفیٰ را فاش میگویم کہ بیروں رفتہ ام ز اقلیم فرق و امتیاز این جا (ص ۶۹ حصہ فارسی)

خدا کہتے ہیں جس کو مصطفیٰ معلوم ہوتا ہے
جسے کہتے ہیں بندہ خود خدا معلوم ہوتا ہے
(ص ۱۱ حصہ اردو)

محمد مصطفیٰؐ عشر میں طلہ بن کے نکلیں گے
حقیت جن کی مشکل تھی تبا شا بن کے نکلیں گے
بجائے تھے جو اتنی غیبیہ کی بنسری ہر دم
اٹھا کر میم کا پروہ ہویدا بن کے نکلیں گے
جسے کہتے ہیں بندہ قل ہو اللہ بن کے نکلیں گے
خدا کے عرش پر اپنی انا للہ بن کے نکلیں گے
(ص ۱۰۳)

عشاق یار رکھتے ہیں ایمان سے نہ (ص ۱۰۴)
چھوڑ سمجھو کہ مسلمان ہے دعا باز نہیں (ص ۱۰۵)
احمد احمد میں فرق نہیں لے محمد
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
مگر محمد نے محمد کو خدا مان لیا

باب ہفتم

اسی بات تو ہر کلمہ گو جانتا ہے کہ عرب کے جن لوگوں کی طرف براہ راست اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا۔ وہ مشرک تھے۔ لیکن سوال یہ ہوگا کہ شرک کی کیا چیز ان میں موجود تھی جس کی بنا پر وہ مشرک قرار دیئے گئے۔ اگر آپ ذیل کی آیات کو پڑھیں گے تو آپ کو حقیقت حال سے کچھ آگاہی ہو جائے گی:-

① وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ
لَيَقُولَنَّ اللَّهُ فَاَنَّى يُؤْفَكُونَ ۝
(پ ۲۵، زخرف، ج ۱)

اور اگر آپ ان (مشرکوں) سے سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو البتہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے پھر کہاں سے اُلتا جاتے ہیں۔

قرآن کریم کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ (اور عرب) نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ہی قائل تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کو یقیناً اپنا خالق مانتے تھے۔

② وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُولَنَّ اللَّهُ ۝
(پ ۲۶، زہر، ج ۱)

اگر آپ ان (مشرکوں) سے پوچھیں کہ کس نے بنائے آسمان اور زمین، تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ زمینوں اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی کو تسلیم کرتے تھے، اور ان کو اس میں کسی قسم کا کوئی تردد نہ تھا۔

۱۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت خدا کی
۲۔ احمد نال احمد لایوں نہ ڈیکھاں
۳۔ محمد محمد پکیندیں گز گئی
۴۔ میں اپنی حیاتی توں قسریاں بھتیواں
۵۔ احمد احمد کوں ڈول نہ کر
رسول اور پیر گڈ مڈ میں (معاذ اللہ تعالیٰ)

۶۔ برائے چہرہ دینا از مدینہ بر سر ملتان
۷۔ بیاد کوٹ مٹھن تارنخ خیر الوری بینی
خدا اور پیر گڈ مڈ میں (معاذ اللہ تعالیٰ)

۸۔ صورت رحمان ہے تصویر میرے پیر کی
۹۔ کیا خدا کی شان ہے یا خود خدا ہے جلوہ گر
۱۰۔ تخت فرید تخت ہے رب فرید کا
مٹھن میں دیکھتے ہیں سیمع و بصیر میں

۱۱۔ ابعد بعید سب کہیں یا ایہا الضرید
۱۲۔ فرید باصفا ہستی۔ محمد مصطفیٰ ہستی
۱۳۔ خدا کو ہم نے دیکھا، خدا مٹھن کی گلیوں میں
۱۴۔ فرید پاک کی صورت میں ہے صورت کا جلوہ ہے

آخر میں اس غالی کا ایک اور شعر سنئے اور دیکھئے اس خود ساختہ عشق کی۔
۱۵۔ بندگی سے آپ کی ہم کو خداوندی ملی
معاذ اللہ یہ سب کچھ کہ کہ بھی یہ لوگ نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں بلکہ مسلمانوں کے پیشوا بنے ہوئے ہیں اور اہل حق ان کے نزدیک گشتخ ہیں اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے ان کے باطل نظریات سے اور اہل حق کا ساتھ نصیب فرمائے آمین

۱۶۔ ہے خداوند جہاں بندہ رسول اللہ کا (ص ۸۵)
۱۷۔ سے اور اہل حق کا ساتھ نصیب فرمائے آمین
۱۸۔ ہے خداوند جہاں بندہ رسول اللہ کا (ص ۸۵)
۱۹۔ سے اور اہل حق کا ساتھ نصیب فرمائے آمین

۳) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَا
وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَتَى يُؤْفِكُونَهُ
(پک سوره عنکبوت - ۲۰)

اور اگر آپ ان لوگوں سے پوچھیں کہ کس نے بنائے ہیں آسمان اور زمین اور کس نے کام میں لگایا ہے سورج اور چاند؟ تو ضرور کہیں گے خدا تعالیٰ نے پھر کہا اسٹ جاتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین عرب خدا تعالیٰ کو زمینوں اور آسمانوں کا خالق ماننے کے ساتھ سورج اور چاند کا پیدا کرنے والا اور ان کو مخصوص اور متعین رفتار پر لگانے والا بھی اسی کو سمجھتے اور اس پر یقین رکھتے تھے۔

۵) قُلْ مَنْ يَمْلِكُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ
وَالْأَرْضِ، أَمْ يَمْلِكُ السَّمْعُ

لے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ مشرکین عرب کو اس امر کا اعتراف تھا کہ تمام کائنات کے پیدا کرنے اور سب بڑے کاموں کی تدبیر کرنے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اور وہ اس میں منفرد ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۶۲) اور یہ لکھتے ہیں کہ عرش اور آسمانوں زمینوں اور تمام جہاں کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ ہی منفرد ہے عرب کے مشرک، یہود اور نصاریٰ اسے مقرر تھے۔ (ایضاً ص ۵۹)

وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ
وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ
يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ
فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ هَذَا إِلَهُ اللَّهِ
رَبُّكُمْ الْحَقُّ ط فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ
إِلَّا الضَّلَالُ، فَأَتَى تُصَنَّفُونَ ه

کا، اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے، اور کون نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے کاموں کی؟ تو وہ بول اٹھیں گے کہ اللہ تو، تو کہ پھر ڈرتے نہیں ہو، سو یہ اللہ ہے، رب تمہارا سچا، پھر کیا رہ گیا سچ کے پیچھے مگر گمراہی سو کہاں سے لوٹے جاتے ہو۔

۶) قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا
إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ه سَيَقُولُونَ لِلَّهِ
قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ه قُلْ مَنْ رَبُّ
السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

تو کہ کس کی ہے زمین اور جو کوئی اس میں ہے۔ بتاؤ اگر تم جانتے ہو؟ اب کہیں گے سب کچھ اللہ کا ہے، تو کہہ، کہ پھر تم سوچتے نہیں۔ تو کہہ کون مالک ہے ساتوں آسمانوں

سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُونَ
قُلْ مَنْ مَّيْلُهُ مَكْلُوتٌ كُلِّ شَيْءٍ
وَمُوجِبٍ وَلَا يَجِئُ عَلَيْهِ طَارٌ لَّا يَنْتَهِ
تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ
فَاَنَّا نَسْخَرُهُمْ
(۱۸، مومنون، ۷۶)

کا اور مالک بڑے عرش (تخت) کا؟ اب
بتائیں گے اللہ کو، تو کہہ پھر تم ڈرتے نہیں
تو کہہ کس کے ہاتھ میں ہے اختیار ہر چیز کا
اور وہ بچا لیتا ہے اور اس سے کوئی بچا
نہیں سکتا۔ بتاؤ اگر تم جانتے ہو؟ اب بتائیں
گے اللہ کو، تو کہہ پھر کہاں سے تم پر جادو آ
پڑتا ہے۔

ان آیات سے روز روشن کی طرح یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مشرکین عرب
زمینوں کا، ان پر بسنے والی تمام مخلوق کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی کہتے تھے بلکہ سات
آسمانوں کا اور عرش عظیم کا مالک بھی صرف اور صرف خدا تعالیٰ ہی کو تسلیم کرتے تھے۔ بڑے
لطف کی بات یہ ہے کہ ساری چیزوں کا اختیار رکھنے والا بھی وہ محض اللہ تعالیٰ کی
ذات ہی کو مانتے تھے، اور مصائب سے بچانے والا اور ایسی تکالیف میں مبتلا کرنے
والا کہ ان سے کوئی بھی کسی کو نہ بچا سکے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو تسلیم کرتے تھے
مگر اس کے باوجود وہ مشرک تھے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیوں مشرک تھے؟ کیا خرابی تھی ان میں کہ اللہ تعالیٰ
اور اس کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں نے ان کو مشرک کہا؟
ان کے شرک کی وجہ سبب اور علت کیا تھی؟ سو یہ بات اچھی طرح سے قابل غور ہے
قارئین کرام! مشرکین عرب کے شرک کی وجہ ضرور تلاش کرنا ہوگی کہ وہ کیوں اور کس
وجہ سے مشرک ہوئے۔ ان کے شرک کی اصل وجہ تو باب دہم میں بیان ہوگی مگر اس سے
قبل اس مسئلہ کو واضح اور اقرب الی الذہن کرنے کیلئے چند اہم اور ضروری امور عرض کرنے
مناسب معلوم ہوتے ہیں جو باب ہشتم اور نہم میں پیش کئے جاتے ہیں۔

باب ہشتم

بعض لوگ مشرکین عرب کے جزوی نقائص اور عیوب بیان کر کے ان
کو ان کے شرک کے لیے کافی دلیل سمجھ لیتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ واقعی
دوسری اقوام کی طرح ان (مشرکین عرب) کو بھی انسانی کمزوریوں سے دوچار ہونا
پڑا۔ لیکن یہ خرابیاں ان کے شرک کا سبب اور علت نہیں ہو سکتیں۔ دوسری طرف
ان میں ایسی خوبیاں بھی موجود تھیں جن کی نہ یہ کہ صرف اسلام نے اجازت ہی دی
ہے بلکہ ان کی تحسین بھی کی ہے۔ اختصاراً ان کی بعض خوبیوں کا ذکر کیا جاتا ہے
تاکہ آپ کے لیے حقیقی اور اصلی شرک کی تہ تک پہنچنا آسان ہو جائے۔
اس سے پہلے مشرکین کا حاجیوں کو پانی پلانا مسجد حرام تعمیر کرنا، حج کرنا، غلام
آزاد کرنا اور روزہ رکھنا وغیرہ مذکور ہو چکا ہے۔

یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ تمام مشرک باقاعدہ جماعتی رنگ میں
مشرکین اور نماز نماز پڑھا کرتے تھے لیکن قرآن کریم، احادیث اور تاریخ
عرب سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مشرکین میں نماز کا تصور موجود تھا اور وہ پڑھتے
بھی تھے :-

① اللہ تعالیٰ نے سورۃ ماعون میں ارشاد فرمایا ہے :-
فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ

پھر خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے

عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (پ، ما عون) بے خبر ہیں۔

اگر یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہوتی، تو یہ سمجھا جاتا کہ منافقوں کی تردید کی گئی ہے۔ لیکن اس سورۃ کا نزول مکہ معظمہ میں ہوا ہے اور مکہ مکرمہ میں یا خالص مسلمان تھے یا خالص کافر اور مشرک، وہاں منافق موجود ہی نہ تھے اور خالص مسلمانوں (خصوصاً سابقین اولین) کی نماز تو ایسی نہ تھی جس کی اللہ تعالیٰ وکیل کے جملہ سے تردید فرماتا۔ اس لیے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مشرکین مکہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو کبھی رنگ میں نماز پڑھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہی نمازیں غفلت کی تردید بیان کی ہے۔

۲) حضرت ابوذرؓ ایام جاہلیت میں یعنی اسلام لانے سے قبل نماز پڑھا کرتے تھے (مسلم ۲ ص ۲۹۶ و مستدرک ۳ ص ۲۹۱) بلکہ مسلم میں تو یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ عشاء کی نماز پڑھتے تھے اور اللہ محض خدا تعالیٰ کے لیے۔ حضرت ابو بکرؓ نے دریافت کیا۔ اے ابوذرؓ! جاہلیت کے زمانہ میں تم کچھ عبادت بھی کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا۔ میں کمر کتی دھوپ میں کھڑا ہو کر (فلا ازال مصلیا حتی یوذیخی حدھا فآخذ) نماز پڑھا کرتا تھا حتیٰ کہ مجھے دھوپ تکلیف دیتی تھی اور میں گرہ جایا کرتا تھا۔

حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کس طرف منہ کرتے تھے؟

حضرت ابوذرؓ نے کہا: ”جدھر خدا تعالیٰ پھیر دیتا تھا پھر جاتا تھا۔ (حتیٰ ادخل اللہ علی الاسلام) مستدرک ۳ ص ۲۹۱ وقال الذہبی اسنادہ صالح) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔“

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوذرؓ زمانہ جاہلیت میں بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور پھر محض اللہ تعالیٰ کے لیے۔

۳) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم طلوع آفتاب کے وقت نماز نہ پڑھا کرو کیونکہ ہی ساعۃ صلوۃ الکفار (وہ کافروں کی نماز کا

وقت ہے (نسائی ج ۱ ص ۶۶)

علامہ ابن اثیرؒ (کامل ج ۲ ص ۲۱۱ میں) لکھتے ہیں کہ مشرکین مکہ پاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ (سیرت النبیؐ شبلی ج ۱ ص ۱۹۲)

۴) ایک جاہلی شاعر جزلن العود کہتا ہے کہ

وَأَذْرِكُنْ أَحْجَانًا مِنَ اللَّيْلِ بَعْدَ مَا

اقام الصلوة العناب الملتحف (سان العرب)

(سوار یوں نے رات کے آخری حصہ کو پایا جب کہ عابد ویندار اپنی نماز ادا کر چکا) اس شعر سے بھی معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت میں نماز کا تصور موجود تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں: ”وكانت فيهم الصلوة“ کہ مشرکین عرب میں نماز کا دستور موجود تھا۔ (حیۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲)

اہل جاہلیت جانوروں اور زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ اور مشرکین عرب زکوٰۃ کے بھی قائل تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد

فرماتا ہے:

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ

وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَذَا لِلَّهِ

يَذَرُهُمْ وَهَذَا لِلَّذِينَ كَانُوا

أَوْ يَدْعُونَ بِهِمُ الْغَنَامَ (پ، انعام، ۱۳۷)

اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہل جاہلیت زمین کی پیداوار اور جانوروں

سے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک حصہ مقرر کرتے تھے۔ اور اس کے ساتھ غیروں

کے لیے بھی وہ حصہ مقرر کرتے تھے۔ لیکن بزرگ خود مسلمانوں میں بھی آج کل اس

کی کمی نہیں ہے۔ زکوٰۃ بھی دیتے ہیں اور گیارہویں اور بزرگوں کے نذرانے

بھی ادا کرتے رہتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں: وَكَانَتْ فِيهِ الزَّكَاةُ
یعنی مشرکین عرب زکوٰۃ کے بھی قائل تھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۳۷)

عقیدہ اور مشرکین | مشرکین شرک کی حالت میں بچوں کا عقیدہ بھی کیا کرتے

تھے۔ (مستدرک ج ۲ ص ۲۲۵۔ قال الحاكم والذهبي صحيح)

عمرہ بھی کرتے تھے | چنانچہ حضرت ثمامہ بن اثال نے حالت کفر میں عمرہ

کا احرام باندھا تھا اور اسلام لانے کے بعد آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انہوں نے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔
عمرہ پورا کرو۔ (نسائی ص ۲۳۲)

اعتکاف بھی بیٹھا کرتے تھے | چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال
کیا کہ میں نے ایام جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانی تھی کہ میں مسجد میں اعتکاف
بیٹھوں گا، لیکن بیٹھ نہیں سکا آپ نے فرمایا۔ نذر پوری کرو۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۵۵)

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ وہ مسجد میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔
(حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۷)

جنابت کا غسل بھی کیا کرتے تھے | چنانچہ جنگ بدر میں جب مشرکین کو

شکست ہوئی تو حضرت ابوسفیانؓ
نے جب کہ وہ اسلام نہ لائے تھے، یہ مٹ مانی تھی کہ ہم اپنے مقتولین کا جب
تک بدلہ نہ لے لیں گے، میں جنابت کا غسل نہ کروں گا۔ (سیرت النبیؐ ج ۳ ص ۳۲۳)

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ غسل جنابت، ختنہ اور دیگر خصائل
فطرت پر وہ کاربند تھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۷)

اور خطیب قسطلانیؒ لکھتے ہیں کہ وہ بیت اللہ کا حج اور ختنہ اور غسل جنابت
کیا کرتے تھے۔ (مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۸۹)

خطوط کی ابتدا میں بھی بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ لکھا کرتے تھے (بخاری ج ۱ ص ۳۷۹ و
سیرت النبیؐ ج ۱ ص ۱۷۴)۔ حافظ ابن کثیرؒ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ (البدایہ النہجہ
ج ۳ ص ۹۷) بلکہ جو کتبات عہد قدیم کے آجکل برآمد ہوتے ہیں، ان میں بعض پر بسم اللہ
وغیرہ الفاظ نمایاں طور پر لکھے پائے جاتے ہیں۔ ایک کتبہ پر یہ لکھا ہوا تھا:-

”بِسْمِ اللَّهِ هَذَا مَبْنَاهُ شَمِيرُ عِشْرِ سَيِّدَةِ الشَّمْسِ“ (ترجمہ: خدا تعالیٰ
کے نام سے یہ وہ یادگار ہے جو شمر بیٹش نے سورج دیہی کے لیے بنائی ہے۔
(ملوک الارض حمزہ اصفہانی ص ۱ طبع کلکتہ)

مشرکین ختنہ بھی کیا کرتے تھے | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ان

میں ختنہ کا رواج بھی تھا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۶ و نحوہ فی ارض قرآن ج ۲ ص ۲۲۲)

مردوں کو قبروں میں دفن کرتے تھے | چنانچہ بخاری ج ۱ ص ۶۱ میں روایت

ہے کہ جہاں مسجد نبویؐ کی تعمیر ہوئی،
وہاں مشرکین کی قبریں تھیں، جن کو اکھاڑا گیا تھا۔

نکاح کا یہ صحیح اور مردوج طریقہ بھی ان میں رائج تھا۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۹)

مشرکین سر کے بالوں میں مانگ بھی لاکرتے تھے | ملاحظہ ہو مسلم ج ۲ ص ۲۵۷ و
مشکوٰۃ ص ۲۸۔

اسلام نے سلام کہنے کا جو طریقہ بتلایا ہے اس کا ثبوت بھی ابن جلیلیؒ
مقت ہے چنانچہ حضرت ابوذرؓ جب اسلام لانے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں
لے ممکن ہے کہ حضرت ابوذرؓ اسلام کے طریق اسلام سے پہلے واقع ہو چکے ہوں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اسلامی سلام ہی عرض کیا ہو۔ بظاہر یا رسول اللہؐ کا جملہ اسکا موتیہ معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲/۱)

حاضر ہوئے تو اسلام علیک یا رسول اللہ کہا (مسلم ۲ ص ۲۹۶) ایام جاہلیت کے شعرا کے کلام میں کثرت سے سلام کا رواج پایا جاتا ہے۔

اہل جاہلیت نے زنا و بال ڈور کرتے تھے اور وہ بغل کے بال بھی صاف کرتے اور ناخن بھی کٹواتے تھے

وعلیٰ هذا القیاس خصائل فطرت کی بہت سی چیزوں پر کار بند تھے۔ (ہامش حجة البالغہ اص ۱۳ طبع بیہلی) اور حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ وہ خصائل فطرت کے پابند تھے (حجة اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۶)

حکیم بن حزام نے زمانہ جاہلیت میں سو غلام آزاد کیے تھے۔ اور سو اونٹ محتاج لوگوں میں تقسیم کئے تھے۔ وساق فی الجاہلیۃ مائۃ بدنۃ اور سو بدنہ چلایا تھا۔ (اونٹ اور گائے وغیرہ کا مکہ مکرمہ میں قربانی کرنا شرع میں بدنہ کہلاتا ہے۔ چنانچہ قرشیؒ لکھتے ہیں بدنۃ شتر و گاؤ قربانی کہ بکہ قربانی کنند۔ صراح ص ۹۲)

عمرو بن لُحی جس نے عرب میں شرک کی ترویج و اشاعت کی تھی، بسا اوقات ایام حج میں دس ہزار اونٹ ذبح کرنا تھا، اور دس ہزار سوٹ سالانہ مستحق لوگوں کو پہناتا تھا، گھسی اور شہد ڈال کر عمدہ قسم کا حلہ لوگوں کو کھلایا کرتا تھا اور ستر گھول گھول کر پلایا کرتا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ۲ ص ۱۸۶)

اہل جاہلیت میں شریف خاندان کی عورتیں زنا کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی تھیں۔ چنانچہ جب حضرت ہندہؓ اسلام لانے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپؐ نے چند شرائط بتلائیں۔ ایک شرط یہ تھی کہ زمانہ کرنا۔ حضرت ہندہؓ نے جواب دیا:-

أوتدنی المحرمۃ؟ لَقَدْ كُنَّا نَسْتَحِي کیا شریف عورتیں بھی زنا کرتی ہیں؟ ہم تو منذ الذل فی الجاہلیۃ فکیف زمانہ جاہلیت میں بھی زنا سے شرم کرتی تھیں

فی الاسلام (المستدرک ص ۲۷۶ والبلغہ ج ۳ ص ۲۱۹ و کتاب الاعتبار ص ۲۲۵) تو اسلام میں ہم اس کا کیسے ارتکاب کر سکتی ہیں؟

زمانہ جاہلیت میں لوگوں کے نام عبد اللہ وغیرہ بھی ہوتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد ماجد کا نام عبد اللہ تھا۔ عبد اللہ بن جعدان نامی ایک کافر تھا۔ (مسلم اص ۱۱۵ والبلغہ ج ۱ ص ۱۲۶)

حضرت ابوبکرؓ کا نام زمانہ جاہلیت میں عبد اللہ رکھا گیا تھا۔ (مستدرک ج ۳ ص ۲۴۶) حضرت حارث بن ہشام کے پردادا کا نام (جنہوں نے اسلام کا زمانہ ہی نہیں پایا تھا، عبد اللہ تھا۔ (مستدرک ج ۳ ص ۲۴۶)

حضرت جابرؓ کے والد کا نام بھی عبد اللہؓ تھا جو مسلمان ہو کر ۳۰ میں مقام احد میں شہید ہو گئے تھے۔ فزع اور نحر کا صحیح طریقہ بھی ان میں رائج تھا کہ حجۃ اللہ ج ۱ ص ۱۲۶)

اس کے علاوہ بھی مشرکین میں کئی ایک عمدہ خصلتیں موجود تھیں:-

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب نبوت اور رسالت عطا ہوئی تو آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کے سامنے اس کا ذکر کیا اور فرمانے لگے کہ مجھے اپنی جان پر خوف محسوس ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت خدیجہؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی غمزدہ نہ کرے گا، اس لیے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، عیالدار لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، محتاج لوگوں کی اعانت کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔ (بخاری اص ۳)

لے مہمان نوازی، مسافروں کی خدمت، صدقہ و خیرات، صلہ رحمی اور کمزوروں کی امداد و اعانت کا جذبہ بدرجہ اتم ان میں موجود تھا۔ اور ان اوصاف کو وہ انسان کی سعادت اور کمال کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۶)

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان چیزوں کی کیسی قدر کی جاتی تھی۔

حضرت ابو بکرؓ جب اہل مکہ کی اسلام دشمنی سے تنگ آکر حبشہ جانے لگے تو بیک تنگد کے مقام پر ابن دغنه ملا جو رؤساء مکہ سے تھا، کہنے لگا۔ اے ابو بکر! کہاں؟ فرمایا جہاں خدا تعالیٰ کی عبادت کھل کر ہو سکوں۔ ابن دغنه نے کہا۔ آپ جیسا آدمی مکہ سے نہیں جاسکتا۔ کیونکہ آپ فقیروں کو مال دیتے، صلہ رحمی کرتے ہیں۔ عیالدار لوگوں کے بوجھ ہلکے کرتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور مصیبت زدہ لوگوں کے کام آتے ہیں۔ چنانچہ ابن دغنه کا فر حضرت ابو بکرؓ کو اپنی ذمہ داری پورا پس مکہ لے آیا۔ (بخاری ص ۵۵۲)

اسی طرح عبداللہ بن جعدان ایک کافر تھا۔ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ جاہلیت میں مہمان نوازی اور صلہ رحمی کیا کرتا تھا اور ناحق گرفتار شدہ قیدیوں کی اعانت کر کے ان کو چھڑاتا تھا، پڑوس کے حق میں بہت ہی اچھا تھا، اور غریبوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔ کیا یہ کام اس کے لیے مفید ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتا تو اس کے لیے یہ کام مفید ہو سکتے تھے۔ (اوصاف اعداء الاعتدال اور مسلم ص ۱۵۱)

میں صرف یصل الرحمہ اور یطعم المسکین کے الفاظ موجود ہیں۔
الغرض بہت سے نیک اور اچھے کام مشرکین مکہ کیا کرتے تھے نیز فوشتوں پر بھی وہ ایمان رکھتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ زمانہ حال کے بعض جہلاء کی طرح جنہوں

لے ان کا اعتقاد تھا کہ خدا تعالیٰ کی ایک مقرب اور برگزیدہ مخلوق ہے جن کو ملائکہ کہا جاتا ہے جہاں اور جس کام پر ان کو مامور کیا گیا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے، کھانے پینے پشاپ پاخانہ اور نکاح وغیرہ سے بالکل پاک ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۵)

نے پیغمبروں کو خدا تعالیٰ کے ازلی نور سے تسلیم کرنے اور ان کی بشریت سے انکار کرنے کی تعلیم رائج کر دی ہے۔ اُس وقت بھی فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں کہنے والے موجود تھے، لیکن نفس ملائکہ کو تسلیم کرتے تھے، بلکہ کرام کا تبین کے بھی قابل تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دارا حضرت عبدالملک نے صنعا کے ایک باشندہ کو قرص دے کر جو تحریر اس سے لکھوائی تھی۔ اس میں یہ مذکور تھا۔ اس پر خدا اور اس کے دو فرشتے گواہ ہیں۔ (رسیدت النبی، مثلی احوالہ فہرست ابن ندیم)

ناظرین!۔ اگر مشرکین عرب کے شرک کی وجہ نرمی اخلاقی کمزوری ہی ہو۔ جیسا کہ سمجھ لیا گیا ہے۔ تو ایک تو اخلاقی کمزوری پر شرک کا اطلاق لغت کے لحاظ سے چنداں زیب نہیں دیتا۔ دوسرے آپ پڑھ چکے ہیں کہ ان میں بہت سی خوبیاں بھی تھیں۔ لیکن یہ جو فی نفسہ ہر ایک چیز عبادت اور کار خیر تھی۔ مشرکین کے لیے مفید ثابت نہ ہو سکی۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ ایمان سے محروم تھے اور باوجود ان خوبیوں کے وہ مشرک تھے۔

یہاں تک تو آپ نے تصویر کا صرف ایک ہی رخ ملاحظہ **تصویر کا دوسرا رخ** کیا ہے۔ اب دوسرا رخ بھی دیکھیں کہ مشرکین عرب اگر مندرجہ ذیل احکام اسلام کے انکار کی وجہ سے مشرک قرار پاتے تھے۔ تو ان احکام کا ابھی تک نزول ہی نہیں ہوا تھا اور وہ باوجود اس کے مشرک تھے۔ مثلاً جہاد کی فرضیت ۱۰ھ میں ہوئی۔ اور اسی سال رمضان کے روزے بھی فرض ہوئے۔ صدقہ فطر اور نماز عید وغیرہ کا حکم بھی اسی سال ہوا۔

لے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کہتے ہیں:- کانوا یقولون بالحفظۃ کہ اہل جاہلیت کرام کا تبین کے قابل تھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۳۶)
لے والبدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۵۵ لحاظ ابن کثیر۔

(سیرت النبی ص ۳۳۹)

وراثت کا حکم اور نیز مسلمان مرد کا کافر عورت سے اور مشرک عورت کا مسلمان مرد سے نکاح کا حرام ہونا وغیرہ سہ کو نازل ہوئے۔ (سیرت النبی ص ۲۵۱)
صلوٰۃ کسوف سہ کو پڑھی گئی جس سال آپ کے فرزند حضرت ابراہیمؑ کی وفات ہوئی۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۲۲ و مسلم ج ۱ ص ۲۹۷ و ابوعوانہ ج ۲ ص ۲۱۷) اور ان کی وفات ۲۹ شوال سہ کو ہوئی تھی۔ (فتح الملکم ج ۲ ص ۵۲۲) اور سؤد کی حرمت بھی سہ کو بیان کی گئی۔ (سیرت النبی ص ۵۱۸)

شراب کی حرمت سہ کے بعد ہوئی، جمعہ کی نماز سہ کو مدینہ میں نازل ہوئی۔ (طبری ص ۱۲۵)

حضرت خدیجہؓ کی وفات سہ نبوت میں واقع ہوئی اور ان کو بلانماز جنازہ دفن کیا گیا۔ کیونکہ ابھی تک نماز جنازہ کا حکم ہی نازل نہ ہوا تھا۔ (سیرت ص ۲۳۲)
بحوالہ طبقات ابن سعد، بلکہ پانچ نمازیں بھی شرب معراج میں فرض ہوئی ہیں اس میں اختلاف ہے کہ معراج کس سن میں واقع ہوئی۔ بعض محدثین اور مؤرخین سہ نبوت میں معراج تسلیم کرتے ہیں اور حافظ ابن حجرؒ اور امام نوویؒ سہ میں مانتے ہیں۔ (فتح الباری، ص ۱۵۵ و نووی ص ۹۱)

اور پانچ نمازیں بھی ابتداء میں دو رکعت سے زائد نہ تھیں۔ جب مدینہ لے صحیح تحقیق یہ ہے کہ معراج سہ نبوت کے بعد ہوئی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امام نوویؒ شرح مسلم اصح میں نقل کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۴۹ سال ۸ ماہ اور ۱۱ دن کی ہوئی تو ابوطالب کی وفات واقع ہوئی۔ اور تین دن بعد حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی تو اس لحاظ سے وفات حضرت خدیجہؓ سہ نبوت کو ٹھہری۔ اور ابوعوانہ میں موجود ہے:- وقد كانت خديجة قد توفيت قبل ان يرضن من الصلوة (ابوعوانہ ص ۱۱)
کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات فرضیت نماز سے قبل واقع ہوئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱

طیبہ کی طرف ہجرت ہوئی تو اس وقت بجائے دو کے اقامت میں چار رکعتیں اور سفر میں دو ہی رکعتیں باقی رکھی گئیں (نسائی ص ۵۳)
اذان کا حکم بھی مدینہ طیبہ میں ہوا تھا۔ (مسلم ج ۱، ص ۶۹)
زکوٰۃ اگرچہ مکہ میں فرض ہو چکی تھی۔ لیکن زکوٰۃ کا نصاب مدینہ طیبہ میں مقرر کیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۳۹)

حج کی فرضیت بھی بعض کے نزدیک سہ میں اور بعض کے نزدیک سہ میں ہوئی۔ وہو الصبح (زاد المعاد ج ۱ ص ۱۸)

اب آپ احکام اسلام کا اجمالی خاکہ پڑھ چکے۔ مگر یقین جانتے کہ ان میں سے کسی ایک چیز کے ترک کی وجہ سے مشرکین پر شرک کا فتویٰ نہیں لگ سکتا۔ کیونکہ ابھی تک یہ چیزیں تو نازل ہی نہیں ہوئی تھیں۔ حالانکہ مومن مومن تھے اور مشرک مشرک۔ لہذا معلوم ہوا کہ شرک کی علت ان احکام کا ترک کرنا بھی نہیں بلکہ مشرکین کے شرک کی وجہ اور سبب کچھ اور ہی تھا۔ جس کی وجہ سے وہ مشرک تھے اور اہل ایمان کے مومن ہونے کی وجہ بھی کچھ اور ہی تھی کہ وہ ان احکام کو نہ کرتے ہوئے بھی مومن تھے۔ شرک کی علت اور وجہ تلاش کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ مکہ کو مشرکین نے عوام الناس کو صرف سطحی قسم کی باتوں میں الجھا رکھا ہے کبھی تو وہ یہ غلط فہمی ہیں کہ شرک بتوں کی پوجا کا نام ہے حالانکہ اسی پیش نظر کتاب میں اصنام و اوثان کی باحوالہ بحث موجود ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور کبھی یہ شوشہ چھوڑتے ہیں کہ مشرکین غیر اللہ میں ذاتی اختیارات مانتے تھے حالانکہ یہ بھی بالکل غلط ہے جیسا کہ اسی کتاب میں اس کی تصریح موجود ہے اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ مشرکین آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور مقام و احترام کے قابل نہ تھے اور اسی واسطے آپ کو نبی نہیں مانتے تھے لیکن باحوالہ گذر چکا ہے کہ یہ بات بھی نہیں غرضیکہ یہ اور اس قسم کی کئی اور سطحی باتیں کہ کمر عوام الناس کو یہ باور کرنے کے درپے ہیں کہ ہم شرک میں آلودہ نہیں بلکہ دیگر قومیں اس میں مبتلا نہیں اور حقیقت میں وہ شرک کے دلدل میں پھنسے

ہوتے ہیں مشرکین مکہ اُس شرک سے بڑھ کر ہرگز کوئی اور شرک نہیں کرتے تھے جس کو کج کے بعض کلمہ گو کہتے ہیں اور جس کے اثبات پر پورا زور صرف کیا جاتا ہے اور اس کے لیے خود ساختہ اور تار عنکبوت دلائل پیش کیے جاتے ہیں اور یہ تو دنیا کا طریقہ ہے کہ خاموش کوئی بھی نہیں رہتا ہر آدمی کوئی نہ کوئی دلیل پیش کیا کرتا ہے اگرچہ سمجھدار لوگ اس سے متاثر نہیں ہوتے مگر کم علم اور وہم پرست ایسے بے بنیاد شبہات کا اکثر شکار ہو جاتے ہیں ایک کہاوت ہے کہ ایک مرتبہ چھوٹا سا جانور پڈی (جس کے متعلق مشہور ہے کیا پڈی اور کیا پڈی کا شوربا) زمین پر بیٹھ گیا وہاں گھاس تھا اور دھاگے اس میں اُلجھے ہوئے تھے پڈی کی ٹانگ دھاگے سے لپٹ کر گھاس سے اُلجھ گئی پڈی نے بڑا زور مارا مگر نکلنا اس کے بس کی بات نہ تھی کسی اور جانور نے پوچھا پڈی کیا بات ہے؟ پڈی نے کہا کہ میں زمین تول رہی ہوں عجیب بات ہے کہ دھاگے اور گھاس کے تنکے سے ٹانگ تو چھڑاؤں گی مگر بات یہ بنا ڈالی کہ میں زمین تولنے کے درپے ہوں اللہ تعالیٰ ہر آدمی کو سمجھ کی توفیق نصیب فرمائے ورنہ

ترے ضمیر پر جب تک نہ ہون ذول کتاب گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب گشتاف

باب نہم

ممکن ہے کسی کو غلط فہمی ہو کہ وہ لوگ اس لیے مشرک تھے کہ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے، مگر یہ ان کے شرک کی وجہ نہیں۔ اگرچہ بعض قبائل میں یہ بے رحمانہ فعل ضرور موجود تھا لیکن سارے عرب میں یہ بُرائی نہ تھی۔ اس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ اگر ساری ہی لڑکیاں زندہ درگور کی جاتی تھیں تو عرب میں عورتیں کہاں سے آتی تھیں؟ اور نسل انسانی کس طرح پھلتی پھولتی تھی؟ دوسری دلیل یہ ہے کہ عرب میں ایسے قبائل بھی تھے جو ایسی لڑکیوں کو جن کے والدین ان کو زندہ درگور کرنے پر تئے ہوئے تھے، سرخ رنگ کی بیش قیمت اونٹنیاں بے کر خرید لیتے اور ان کی جان بخشی کرتے تھے۔ چنانچہ اشراف بنو تمیم کا یہ مستحسن فعل ہمیشہ یادگار رہے گا۔ (محاضرات علامہ حضریؒ ص ۳۱)

حالانکہ وہ لوگ بھی جو لڑکیوں کو زندہ درگور نہیں کرتے تھے بلکہ ان کو خرید کر ان کی حفاظت کرتے تھے، وہ بھی مشرک تھے۔ اگر لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا ہی شرک ہوتا تو ایسے لوگ یقیناً مشرک نہ کہلاتے۔ حالانکہ معاملہ بالکل عیاں ہے۔ علاوہ بریں اس فعل قبیح پر لغتہ شرک کا اطلاق بھی نہیں ہو سکتا۔

کیا مشرکین عرب جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کے انکار کی وجہ سے مشرک تھے؟ لیکن ان کے شرک کی یہ وجہ بھی نہیں تھی اس لیے کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کریم کے انکار سے ان کے کفر اور سرکشی میں مزید اضافہ ہوا، لیکن نفس شرک آپ کی رسالت اور قرآن کریم کے

لے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:-

وكان اهل الجاهلية في زمان النبي
صلی اللہ علیہ وسلم یسلمون جواز
بعثة الانبياء (رحمة اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۵)
جواز کو تسلیم کرتے تھے:-

اور لکھتے ہیں کہ وہ اس بات کو بھی تسلیم کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی اپنی مرضی پر نہیں چھوڑا بلکہ ان کے لیے حلال اور حرام کے قوانین نافذ کئے ہیں اور یہ بھی مانتے تھے کہ محاسبہ اعمال بھی ضروری ہے نیکی کا صلہ نیکی اور بدی کا بدی ہے۔ (رحمة اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۵)
نیز لکھتے ہیں کہ اہل جاہلیت اس کو تسلیم کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے (ملا جبر و اکراہ) اپنے بندوں کی اصلاح کے لیے:-

رجلا منهم فيلقى وحيه اليه و
ينزل الملك عليه وانه يفرض
طاعته عليهم فلا يجدون منها
بيدا ولا يستطيعون دونها محيصا
انہیں میں سے ایک آدمی کو بھیجتا ہے اور
اسکی طرف اپنے فرشتے کے ذریعے وحی بھیجتا ہے اور
ان لوگوں پر اسکی اطاعت فرض کرتا ہے، وہ اسکی
اطاعت کی کوئی چارہ نہیں پاتے اور ان کے لیے رسول
کی اطاعت سے بچنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔
(رحمة اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۲)

رسالت اور نبوت کو تسلیم کرنے کے لیے اس سے بڑھ کر اور کون سا صحیح نظریہ قائم ہو سکتا ہے؟ لہذا بات اگست کہ انہوں نے رسول اور نبی کے لیے مافوق البشر طاقتوں کو ان کے عمدہ رسالت میں شامل کر لیا تھا لیکن آج کلہ گو مسلمانوں میں بھی اس کی کوئی کمی نہیں ہے۔ ع۔ ابتداء وہ بھی انتہا پر پہنچے۔

انکار کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس کا سبب کچھ اور ہی ماننا پڑے گا۔

آپ ہی بتلائیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب قوم عرب کی طرف براہ راست اور بلا واسطہ مبعوث ہوئے تو کیا وہ لوگ مشرک نہ تھے؟ یقیناً نہ تھے عرب شرک کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی اصلاح کے لیے بھیجا تھا۔ یہ چیز بھی آپ کو معلوم ہوگی کہ جب آپ کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو آپ کو نبوت عطا ہوئی اور پیر کا دن تھا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر سووار کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ آپ پر چھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسی دن میری ولادت ہوئی ہے اور اسی دن مجھے نبوت ملی ہے۔ لہذا اس کے شکریہ پر میں روزہ رکھتا ہوں۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۶۹ و مشکوٰۃ ص ۱۴۹)

اب پوچھنے کی بات یہ ہے کہ آپ کو نبوت تو سووار کو عطا ہوئی، اور اسی دن سے قرآن کریم بھی نازل ہونا شروع ہوا۔ تو کیا اہل عرب سووار سے قبل التوار کو ہفتہ اور جمعہ کو، ایک مہینہ اور سال قبل بلکہ سارا زمانہ قبل از نبوت مشرک تھے یا نہ تھے؟ اگر آپ ان کو مشرک نہیں مانتے تو یہ فرمائیے کہ قرآن کریم ان کو مشرک کیوں کہتا ہے؟ اور جب وہ مشرک نہ تھے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کن کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا تھا؟ اور پھر آپ کو توحید بیان کرنے پر تکلیف کس نے دی تھی؟

اور اگر آپ یہ کہیں کہ وہ لوگ سووار سے قبل بھی مشرک ہی تھے اور یقیناً وہ مشرک تھے، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ انہوں نے تو ابھی تک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار نہیں کیا تھا اور نہ ہی قرآن کریم کا انکار کیا تھا۔ کیونکہ نہ ابھی قرآن نازل ہوا، اور نہ ہی آپ کو نبوت ملی۔ اگر نفس شرک آپ کی نبوت کا انکار اور قرآن کریم سے انحراف کرنا ہوتا۔ تو چاہیے تھا کہ وہ لوگ سووار کے دن کے بعد مشرک کہلاتے، حالانکہ آپ اس بات پر متفق ہوں گے کہ وہ پہلے ہی سے مشرک تھے تو

ان کے شرک کی وجہ تلاش کرنا ہوگی کہ وہ کیا تھی؟

اس سے بھی ترقی کر کے کہا جاسکتا ہے کہ شرک کی علت اور اس کا سبب نبوت کا انکار، اور آسمانی کتاب کا انکار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ میں بھی قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق شرک موجود تھا۔ حالانکہ وہ تورات اور انجیل کو آسمانی کتاب، اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو خدا تعالیٰ کا رسول بھی مانتے تھے بلکہ اجمالی طور پر وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے بھی قائل تھے۔ يَعْزِفُونَ: كَمَا يَعْرِفُونَ ابْنَاءَهُمْ هَذِهِ آيَاتِهِ اس کی واضح دلیل ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ مشرک تھے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ آسمانی کتاب اور نبوت کا انکار شرک کی علت نہیں، بلکہ شرک کی علت کچھ اور ہی ہوگی، اس کو تلاش کرنا ہے۔ رہا اس کا ثبوت کہ یہود و نصاریٰ نبوت کے قائل تھے، اور تورات و انجیل کو اللہ تعالیٰ کی کتابیں تسلیم کرتے تھے، تو قرآن کریم میں متعدد مقامات میں موجود ہے۔ بلکہ آپ کو موجودہ معرفت بائبل (یعنی انجیل وغیرہ) میں بھی اس کی پوری بحث مل سکتی ہے۔ چنانچہ انجیل میں موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:-

”میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیسڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا“ (انجیل متی باب ۱۵-آیت ۲۴)

اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ یہود و نصاریٰ کا آسمانی کتاب کے اور حضرات انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے اقرار کے ہوتے ہوئے مشرک ہونا تو قرآن کریم میں بہت سی آیتیں اس پر مذکور ہیں۔ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا۟ اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنِنَا وَبَيْنَكُمْۙ اَلَّا تَعْبُدَ۟ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكْۢ بِهٖ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا۟ اٰبَآءَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ

کا مطالعہ باب پنجم میں کر لیجئے۔

کیا شرک قیامت کے انکار کی وجہ سے ہوتا ہے؟

اس میں شک نہیں کہ اکثر مشرک قومیں قیامت کا انکار کرتی تھیں اور مشرکین عرب کا ایک معتبرہ گروہ بھی قیامت کا منکر تھا جیسا کہ قرآن کریم اس پر شاہد عدل ہے لیکن ان میں قیامت کا اقرار کرنے والے بھی تھے اور باوجود اس کے وہ مشرک تھے۔ زہیر بن ابی سلمیٰ، عامر بن مطرب، عبداللہ بن وبرة بن قضاہ، اور علف بن شہاب تمیمی وغیرہ جاہلیت کے زمانے میں قیامت کے قائل تھے۔ (حاشیہ حجتہ اللہ البالغہ ص ۱۳) طبع بریلی) اور بعض اہل جاہلیت قبروں پر جانور ذبح کیا کرتے تھے کہ جس نے جانور ذبح کیا قیامت کے دن سوار ہوگا ورنہ پیدل (سبل السلام ۲ ص ۱۶) و ہذل المجہود جلد ۱ ص ۲۱۱)

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا محاسبہ اعمال پر ایک حوالہ پہلے پیش ہو چکا ہے ایک اور ملاحظہ فرمائیے، وہ فرماتے ہیں: كانوا يقولون بالمعاد (حجتہ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۲۶) کہ اہل جاہلیت اور مشرکین عرب قیامت کے قائل تھے۔ مختصر اور قطعی بات یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نہ صرف یہ کہ قیامت کا اقرار کرتے تھے بلکہ جنت اور جہنم کو بھی تسلیم کرتے تھے:-

وَقَالُوا لَنْ نَمُوتَ اِنَّآ اِلٰہَاۤ اَيٰمًا مَّعْدُوۡدَةٌ (پ، ا، بقرہ ۹۴) اور یہود کہتے تھے ہم کو ہرگز آگ نہ لگے گی مگر چند روز۔

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوَ اَوْ نَصَارٰی (پ، بقرہ ۹۳) اور کہتے ہیں ہرگز نہ جاویں گے جنت میں مگر جو یہودی اور نصرانی ہوں گے۔

اور انجیل متی باب ۲۲ آیت ۲، و انجیل مرقس باب ۱۲ آیت ۲۴ و انجیل لوقا باب ۲۰ آیت ۳۵ میں صاف طور پر قیامت کا ذکر موجود ہے۔ مگر باوجود اس کے یہود و نصاریٰ میں مشرک بھی تھے۔ اگر قیامت کا اقرار ہی شرک سے بیزاری کی دلیل ہوتی تو یہود و نصاریٰ کبھی مشرک نہ کہلاتے کیونکہ وہ قیامت کا اقرار کرتے۔ معلوم ہوا کہ قیامت کا انکار شرک کا سبب اور علت نہیں بلکہ شرک کا سبب

کچھ اور ہی ہے۔

یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ اہل جاہلیت مثلاً تقدیر کے منکر تھے لہذا اس لیے وہ مشرک تھے، کیونکہ وہ تقدیر کو بھی تسلیم کرتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اہل جاہلیت ہمیشہ اپنے شعروں اور خطبوں میں تقدیر کا ذکر کرتے آئے ہیں اور شریعت نے اس کی مزید تاکید کی ہے (حجتہ اللہ البالغہ ص ۱۲۵) ع۔ تمنا مختصری ہے مگر تمہیں موطولانی

باب دہم

قارئین کرام :- دنیا میں جتنے بھی مشرک کسی زمانہ میں گزرے ہیں۔ اُن کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نہ صرف ذات ہی موجود ہے۔ بلکہ وہ زمینوں اور آسمانوں کا خالق اور تمام کائنات ارضی و سماوی کا پیدا کرنے والا بھی ہے اور وہی مدبّر امر اور ہر چیز کا اختیار رکھنے والا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے نیچے اور اس کے ورے دوسری مخلوق کو بھی الہ مانتے تھے، اور ان کی عبادت بھی کرتے تھے لہذا وہ "مشرک" قرار پائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کو یہ حکم دیا کہ تم یہ اعلان کرو کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی بھی الہ نہیں۔ جب وہ الہ ہی نہیں تو اس کی عبادت کیسے؟

① وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنْهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ (پک، انبیاء، ۲۱) اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول، مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ بات یوں ہے کہ کوئی الہ نہیں، مگر میں سو عبادت بھی میری ہی کرو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبل جتنے بھی خدا تعالیٰ کے پیغمبر دنیا میں تشریف لائے ہیں ان سب کو خدا تعالیٰ کا یہی حکم ہوتا رہا کہ میرے بغیر کوئی الہ نہیں، اس لیے عبادت بھی میری ہی ہونی چاہیے۔

② يَنْزِلُ الْمَلَكُ بِالذُّفُوحِ مِنْ أَمْرِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ خدا اُتارتا ہے فرشتوں کو بھید اور وحی سے کہ اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں

کہ خبردار کہہ دو کہ بے شک کوئی اللہ نہیں مگر
میں سو مجھ سے ڈرو۔

اس آیت میں بھی ثابت کیا گیا ہے کہ دعوتِ توحید پر تمام پیغمبروں کا اتفاق رہا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی الہ (مختارِ کل، نافع و ضار) نہیں۔ اس لیے ڈرنا بھی صرف اسی سے چاہیے۔

حضرت نوح علیہ السلام قوم کی اصلاح کی خاطر بھیجے جاتے ہیں، تو وہ آکر فرماتے ہیں:-

يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ
إِلَٰهِ غَيْرُهُ (پ - اعراف، ۱۸۷)

اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارا
اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

(۴) حضرت ہود علیہ السلام قوم سے فرماتے ہیں:-
 يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ
 إِلَهٍ غَيْرُهُ (پ، اعراف - ۷۶)
 اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، تمہارا
 اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام قوم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔
يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ
اِلٰهٍ غَيْرُهُ ط (پ، اعراف، ۷۹)
اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارا
اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

۶) اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر نبوت اور رسالت عطا فرمائی تو یہ بھی ارشاد فرمایا:-

اِسْتَحْيِ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا
فَاعْصِنِي (رپا، طه، ع)

بے شک میں جو ہوں اللہ ہوں، میرے سوا
کوئی الہ نہیں۔ سو میری ہی عبادت کرو۔

ان تمام آیات میں اسی چیز کو دہرایا گیا ہے کہ اُلُوہیت اور عبادت صرف خدا تعالیٰ کے لیے ہے۔ ان میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

④ اللہ تعالیٰ نے حضرت امم الانبیاء خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ

عليه وسلم کو یوں خطاب فرمایا :-
فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ط
(پ، محمد، ۶۱)

سو آپ جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے
سوا کوئی الہ نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ ایک موقع پر جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطور علامت مجھے اپنی جوتیاں مے کدیر فرمایا کہ جس آدمی سے میری ملاقات ہو، دراصل ایک وہ صدق دل سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی شہادت دیا ہو تو اس کو جنت کی خوشخبری سنا دینا۔ (مسلم ج ۱ ص ۴۵۷ والبعوانہ ج ۱ ص ۱۷۱ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت عثمانؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی اس حالت میں وفات ہوگئی کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی آلہ نہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۵۱ و البیہقی ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ط جنت کی کچی ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وحده اور ان محمدًا عبده ورسوله کی شہادت دے گا، اس پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ حرام کر دی ہے۔ (مسلم اص ۴۳ و مشکوٰۃ ج ۱۵) یعنی اگر اس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو موجب نار ہو تو وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی ایسا کام اس سے سرزد ہو چکا ہے تو اپنی سزا بھگت کرے بالآخر وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور تابعدار اس کے لیے حرام ہے۔

(۱۲) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب کو نزع کے وقت یہ کہا کہ اے چچا جان! آپ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ دیں تاکہ میں آپ کے لیے قیامت کے دن شہادت دے سکوں۔ مگر بخشتی کہ اُس نے یہ نہ کہا۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۵) و مسلم ج ۱

ص ۱۴۱ و البوخرانی ص ۱۴۱)

۱۲) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا، اور فرمایا، سب سے پہلا مطالبہ جو تم نے ان سے کرنا ہے وہ یہ ہوگا، شہادۃ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۵ متفق علیہ)

۱۳) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم اپنا ایمان تازہ کیا کرو۔ حضرات صحابہؓ نے عرض کیا۔ وہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا، کثرت سے لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ پڑھا کرو۔ (الترغیب والترہیب ۲ ص ۲۳۹)

۱۵) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو یہ وصیت کی تھی کہ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ یہ سچے سے کار بند رہنا کیونکہ اگرست آسمان اور سات زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے۔ تو لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ وزنی ثابت ہوگا۔ (ادب المفرد ص ۸۷ والترغیب والترہیب ۲ ص ۲۴۰) وقال ابن کثیرؒ اسناد صحیح البدایہ والنہایہ ۱۱۱ متدرک ج ۱ ص ۴۹ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح (متدرک وغیرہ کی روایت میں دو بیٹوں کا ذکر ہے اور ادب المفرد میں ایک بیٹے کا ذکر ہے۔)

۱۶) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے باری تعالیٰ! مجھے کوئی دُعا بتلائیے جس سے میں آپ کو یاد کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ کہا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اے اللہ تعالیٰ! یہ سب بندے کہتے ہیں میں ایسی دُعا چاہتا ہوں، جو صرف میرے لیے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اے موسیٰ! اگر سات آسمان اور ان میں بسنے والی مخلوق اور سات زمینیں اور جو کچھ اُن میں ہے، ترازو کے کے ایک پلڑے میں اور لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ کا وزن زیادہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۵) وقال المنذیؒ صحیح الحاکمؒ الترغیب ۲ ص ۲۳۹

۱۷) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میدانِ محشر میں ایک ایسا مجرم پیش کیا جائے گا جس کے گناہوں اور بدکاریوں سے تناوے رجسٹر ہو جائے اور دوسری طرف ایک چھوٹے سے پرچے پر کلمہ شہادت لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ الخ ہوگا۔ جب وزن کیا جائے گا تو کلمہ شہادت بڑھ جائے گا۔ (ابن ماجہ ص ۳۲۸ و مشکوٰۃ ۲ ص ۲۸۶ والترغیب والترہیب ۲ ص ۲۴۰) وقال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح ج ۱ ص ۱۰۷ یہ وہ شخص ہوگا جس نے نزع سے قبل کلمہ توحید پڑھا ہوگا مگر اس کو عمل کی مہلت نہ مل سکی ہوگی، اس سے وہ کلمہ گومرا دہیں جس کو زندگی تو ملی مگر اُس نے اوامر اور نواہی کی پابندی نہ کی۔

۱۸) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن اپنے اپنے موقع پر چھوٹے بچے، شہداء صلحاء اور فرشتے مجرموں کے لیے سفارش کریں گے۔ پھر حضرات انبیاء کرام (علیہم السلام) اُن لوگوں کے لیے سفارش کریں گے جنہوں نے لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ کی شہادت دی ہوگی۔ (متدرک ۴ ص ۵۸۶)

۱۹) جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہترین دُعا وہ ہے جو عرف کے دن کی جائے۔ اور بہترین وہ چیز، جو میں نے اور مجھ سے افضل ماقلت اَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي، لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ وحدہ لَا شَرِیکَ لہ (موطا امام مالک ۲ ص ۱۶۵) والترغیب والترہیب ۲ ص ۲۴۰) اور وہ دُعا لَا شَرِیکَ لہ ہے۔

۲۰) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ سب سے بہتر اور افضل ذکر لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ ہے۔ (ابن ماجہ ص ۲۸۵ و مشکوٰۃ ص ۱۵۵) والترغیب ۲ ص ۲۳۹

(۲۱) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

لا تقوم الساعة حتى لا يقال في
الارض لا اله الا الله (متدرک ص ۹۹)

وقال الحاكم على شرطهما وقال الهيثمي

رجالہ رجال الصمیمہ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸

حضرات! آپ اچھی طرح پڑھ اور سمجھ چکے ہوں گے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کیا اہمیت حاصل رہی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا کیا رتبہ اور منزلت ہے۔ دوزخ کی ابدی سزا سے نجات حاصل کرنے اور جنت کی تحصیل میں بغض اللہ تعالیٰ اس کو کتنا دخل ہے۔ پیغمبروں کی شفاعت، خدا تعالیٰ کی خوشنودی، اس پر کس حد تک موقوف ہے بلکہ لا الہ الا اللہ کی برکت ہی سے زمینوں اور آسمانوں کا نظام چل رہا ہے۔

(۲۲) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کو فرمایا کہ میں تمہیں ایک کلمہ بتانا چاہتا ہوں۔ اگر تم نے وہ قبول کر لیا، تو تمام عرب تمہارے تابع ہو جائے گا۔ اور تمام عجم کا جزیرہ تمہارے قدموں پر پھینکا اور کیا جائے گا۔ وہ کلمہ یہ ہے: لا الہ الا اللہ کہ کوئی الہ نہیں، مگر صرف اللہ تعالیٰ (متدرک ص ۲ ص ۳۲ قال الحاکم والذہبی صحیح) قریش نے سن کر کہا:-

اَجْعَلْ الْاِلَهَةَ الْاِلَٰهًا وَاحِدًا جَزَاءً
هَذَا الشَّيْءِ مِجَابَتِهِ (پ ۱ ص ۱۷)

اس حدیث اور آیت سے معلوم ہوا کہ وہی لوگ جو بالیقین خدا تعالیٰ ہی کو اپنا اور زمین اور آسمان کا خالق، بلکہ مربی الامر اور ہر چیز کا اختیار رکھنے والا مانتے تھے۔ ان کو صرف ایک الہ کے ماننے میں نہ صرف تاثر تھا بلکہ تعجب بھی تھا۔ چونکہ وہ

سب اہل زبان تھے، وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ الہ کا معنی کیا ہے؟ وہ سمجھتے تھے کہ جب ہم کلمہ توحید لا الہ الا اللہ پڑھیں گے تو ہمیں کیا کرنا اور کیا کہنا پڑے گا، اور کیا چھوڑنا پڑے گا۔ اس لیے وہ اس کڑوے گھونٹ کے قریب ہی نہیں آتے تھے۔ قرآن کریم اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لیے لا الہ الا اللہ ایٹم بم سے کم نہ تھا۔

۱۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب مشرکین کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا جاتا تھا کہ خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی الہ نہیں، تو ان کی کیا حالت و کیفیت ہوتی تھی؟ سن لیجئے:-

اِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا
اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ۔
بے شک وہ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا
کہ خدا کے سوا کوئی الہ نہیں۔ تو وہ غرور
کرتے تھے۔ (پ ۲۳، ص ۲۷)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین خدا تعالیٰ کو خالق اور مالک ماننے کے باوجود صرف خدا تعالیٰ کو الہ تسلیم کرنے سے انکار اور غرور کرتے تھے اور ان کو اس کے ماننے میں رقت پیش آتی تھی۔

۲۔ حضرت ابو محذورہ فرماتے ہیں کہ ہم ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے، اور اسلام سے ہمیں نفرت تھی ہم جب مؤذن کی آواز سنتے، تو اس کی نقل اتارتے اور اس سے استنزا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں دیکھ لیا، اور ہماری طرف آدمی بھیجے حتیٰ کہ ہم آپ کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا۔ کون تم میں سے بلند آواز سے اذان کہہ رہا تھا۔ لوگوں نے میرا نام لیا۔ چنانچہ آپ نے مجھے سامنے کھڑا کر کے فرمایا۔ کہو اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر میں نے کہہ دیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہو اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ اشہد ان محمد رسول اللہ۔ اشہد ان محمد رسول اللہ۔

تو میں نے وہ بھی پڑھا (لیکن پست آواز سے) آپ نے فرمایا ابجع فامذہبن صوتک (سنائی اصوات ابن ماجہ ص ۵۲ و ذیل علی ۲۶۳ وغیرہ) یعنی دوبارہ بلند آواز سے کہو۔ (چنانچہ میں نے دوبارہ بلند آواز سے کہا، اور پھر مجھے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی توفیق عنایت فرمائی۔ چونکہ مشرکین کو لا الہ الا اللہ کا معنی اچھی طرح آتا تھا، اور ان کو اس کا اقرار کرنا (اور اسی ہی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرتا) بڑا ہی مشکل تھا، اس لیے حضرت ابو محمدؓ نے شہادتیں کو پست آواز سے ادا کیا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو دوبارہ بلند آواز سے کہنے کا حکم دیا، تاکہ مشرکین کو لا الہ الا اللہ سے جو وحشت اور نفرت ہوتی ہے وہ کم ہو۔

یہی وجہ ہے کہ مشرکین کو جو اختلاف تھا، وہ الہ ہی سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ :-

لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ إِنَّكَ هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ط (پک، النحل، ص ۷) ہی ہے۔

یہ نہیں فرمایا کہ تم دو خالق اور دو خدا نہ بناؤ۔ بلکہ ارشاد دیوں ہوتا ہے کہ تم دو الہ نہ بناؤ، حالانکہ وہ اپنا اور زمین و آسمان کا خالق تو صرف خدا تعالیٰ ہی کو مانتے تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

الہ کا معنی | الہ کا وہ معنی جس میں مشرکین کو بڑا اختلاف تھا قرآن کریم اور حدیث شریف کی رو سے بیان کیا جاتا ہے جس میں زمانہ سابق و حال کے مشرک اور زمانہ قدیم اور حدیث کے جاہل مبتلا تھے اور ہیں، اور تکلیف کے وقت غیر اللہ کو الہ سمجھتے تھے، اور اب بھی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اگر یہ معنی کھول کر نہ بیان کیا جائے۔ تو نہ تو عبادت خدا تعالیٰ کے لیے مخصوص ہو سکے گی۔ اور نہ توحید و شرک کا مفہوم ہی سمجھ سکے گا اور قرآن کریم پر ایمان اور یقین رکھنے کے باوجود عقیدہ نامکمل رہے گا۔ ہر

ایسی سمجھ والا زبان سے لا الہ الا اللہ تو کہتا ہے گا مگر سینکڑوں کو الہ بناتا ہے گا۔ وہ زبانی یہ دعویٰ تو ضرور کرے گا کہ میں اللہ کے بغیر کسی کو رب نہیں سمجھتا۔ لیکن بایں ہمہ اس نے بہتوں کو از باباً مین دُفن اللہ بنا رکھا ہو گا۔ وہ پوری نیک نیتی سے کہے گا کہ میں اللہ کے بغیر کسی کی عبادت نہیں کرتا۔ مگر پھر بھی بہت سے معبودوں کی عبادت میں مشغول رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَلَّ إِذَا دَعَا ۖ وَيَكْشِفُ السُّوءَ ۖ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ ۚ أَلَا تَرْضَوْنَ طَعْمَ إِلَٰهٍ مَّعَ اللَّهِ ط قَلِيلًا ۚ مَّا تَذَكَّرُونَ ؕ (پک، النحل، ص ۷) بھلا کون پہنچاتا ہے سیکس کی پکار کو جب اس کو پکارتا ہے، اور کون دور کرتا ہے سختی اور کرتا ہے تم کو نائب الگوں کا زمین میں کیا کوئی الہ ہے اللہ کیساتھ؟ تم بہت کم دھیان دیتے ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ مجبور اور سیکس کی پکار کو سننا اور اس کی مدد کرنا اور اس کی تکلیف کو دور کرنا الہ کا کام ہے گویا فریاد رس اور تکلیف کو دور کرنے والا الہ ہوتا ہے، اور اس کے بغیر کوئی بھی الہ نہیں ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جب مچھلی کے پیس میں دُعا کی تو یہ فرمایا کہ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنْتَ (پک، انبیاء، ص ۷) کوئی الہ نہیں مگر صرف تو۔

مطلب یہ کہ اے اللہ! نہ تیرے بغیر کوئی فریاد رس ہے اور نہ تکلیف دور کرنے والا ہے، نہ کوئی حاجت روا ہے اور نہ مشکل کشا ہے۔

حضرات قرآن کریم کی چند آیات آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں کہ مشرکین غیر اللہ کو فریاد رس اور تکلیف دور کرنے والا سمجھ کر پکارتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف مشرکین کی (دَعَا يَدْعُوْا) کے الفاظ کو سامنے رکھ کر (تو دید فرمائی ہے کہ جن کو تم پکارتے ہو، وہ نہ نفع کے مالک ہیں اور نہ ضرر کے اور نہ ہی ان کو تمہاری تکلیفوں اور مصیبتوں کی اطلاع ہے، اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور مومنین کو یہ حکم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نیچے کسی کو نہ پکارو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَا يُجْتَمِعُوا لَهُ. (پکا، حج، ۱۷)

(۲) قُلْ اَدْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمْ مِنْ شَرِكٍ وَلَا مِنْهُمْ مَنْ ظَهِيرٌ. (پکا، صبا، ۱۷)

(۳) قُلْ اَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّيْهِ اَوْ اَرَادَنِيَ بِرَحْمَةٍ هَلْ هِيَ مُنْكَسِكَةٌ رَّحْمَتِهِ ط قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ط (پکا، زمرہ، ۲۱)

(۴) قُلْ اَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ اَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ اَنْ يَشْفَعُوا بِكُنُوبٍ مِنْ قَبْلِ هَذَا اَوْ اَشْدَّ مِنْ عِلْمِ

بے شک وہ لوگ جن کو تم پکارتے ہو، اللہ تعالیٰ کے درے وہ ہرگز کبھی نہیں بنا سکیں گے۔ اگرچہ سارے جمع ہو جائیں۔

آپ کہہ دیجئے پکارو تم ان کو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے نیچے خیال کرتے ہو، وہ مالک نہیں ذرہ بھر کے آسمانوں میں اور زمین میں اور نہ انہی ان دونوں میں کوئی شراکت ہے اور نہ ان میں کوئی اس (اللہ تعالیٰ) کا مددگار ہے۔

آپ کہہ دیجئے، بھلا دیکھو تو جن کو پکارتے ہو تم اللہ تعالیٰ کے نیچے، اگر چاہے اللہ تعالیٰ مجھ پر کچھ تکلیف، تو وہ ایسے ہیں کہ کھول دیں تکلیف اسکی ڈالی ہوتی؟ یا اگر وہ چاہے مجھ پر مہربانی، تو وہ ایسے ہیں کہ روک دیں اس کی مہربانی کو؟ تو کہہ مجھ کو تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں، بھروسہ رکھنے والے،

تو کہہ بھلا دیکھو جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے نیچے، دکھاؤ تو مجھ کو انہوں نے کیا بنایا زمین میں یا ان کی شراکت ہے آسمانوں میں۔ لاؤ میرے پاس کوئی کتاب اس سے پہلے کی یا کوئی عقلی دلیل اور علم جو چلا

اِنْ كُنْتُمْ حَصِدِ قَيْنَ ه وَ مَنْ اَضَلَّ مَبِئْسَ يَدْعُوًا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفِلُونَ ه

(پکا، احقاف، ۱۷)

(۵) وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْعٍ اِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَ لَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بَشْرِكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ه

(پکا، فاطر، ۲۱)

آتا ہو، اگر ہو تم سچے۔ اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو پکارے اللہ تعالیٰ کے نیچے، ایسے کو کہ نہ پہنچے اس کی پکار کو قیامت کے دن تک اور ان کو خبر نہیں ان کے پکارنے کی۔

اور وہ لوگ جن کو تم پکارتے ہو، اللہ تعالیٰ کے درے، وہ مالک نہیں، کچھور کی گھٹلی کے ایک پھلکے کے، اگر تم ان کو پکارو، تو سنیں نہیں تمہاری پکار، اور اگر سنیں بھی تو پسینہ نہ سکیں تمہارے کام پر اور قیامت کے دن منکر ہوں گے تمہارے شرک سے، اور کوئی نہ بتلائے گا تجھ کو جیسا بتلائے خبر رکھنے والا (اللہ تعالیٰ)

ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا شرک یہ بتلایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نیچے مخلوق کو صاحب روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غیر اللہ تعالیٰ کی امور (تکلیف سے نجات دینے اور مہربانی کرنے) میں ایک ذرہ کے مالک نہیں ہیں اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے درے دوسری مخلوق کو مشکل کشا جان کر پکارتے ہیں۔ وہ تو ان کی بات کو نہ سن سکتے ہیں اور نہ ان کو اس کی کچھ خبر ہے۔ قیامت تک پکارو، وہ کچھ نہیں کر سکتے، اور اگر بالفرض وہ تمہاری تکلیف کو سن بھی لیں تو تمہاری مدد کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور تمہارے اس شرک (یعنی پکارنے) کا قیامت کو صاف انکار کریں گے، اور یہ ساری باتیں بتلائے والا وہ ہے جس سے کوئی بات چھپی ڈھکی نہیں اور اسی آخری آیت میں اس قسم کے پکارنے پر شرک کا لفظ بولا گیا ہے بلکہ ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

ذَٰلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ بِهِ وَإِنَّ يُشْرِكُ بِهِ تُؤْمِنُوا فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ (پک، مومن، ۲۶)

یہ (عذاب) تم پر اس واسطے ہے کہ جب کسی پکارا اللہ تعالیٰ کو الیکہ تو تم شریک کرتے ہو جب اللہ کے ساتھ پکارتے شریک کو، تو تم یقین لائے گئے

اب حکم وہی جو کرے اللہ تعالیٰ سب اُپر پڑا۔

اس آیت میں بھی ایسے خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو نافع اور ضار جان کر پکارنا شرک قرار دیا گیا ہے۔

ان تمام آیات میں دُعَايَ دُعَا کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں کہ شریکین سلسلہ اسباب و مسببات سے بالاتر ہو کر غیر اللہ کو مصیبت میں پکارتے تھے اور یہی ان کا شرک تھا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گوڑوی لکھتے ہیں کہ :-

”کہ در آیت دوم مراد از لَا تَدْعُوا فَيَدْعُوهُ وَادْعُوا مَعْنَى اخواندن و ندانمودن نیست۔ بلکہ معنی عبادت است، بیضاوی، معالم، مدارک وغیرہ ہمہ تفاسیر متفق اند بریں، پس عبادت غیر حق سبحانہ و تعالیٰ حرام و شرک خواہد بود، نہ نداء وخواندن“ (بلفظہ اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۱)

اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ :-

”لَا تَدْعُ میں پڑجنے کی نفی ہے نہ کہ پکارنے یا ندو مانگنے کی“ (جاء الحق ص ۲۱۲)

مگر ان کا یہ لکھنا انتہائی غفلت اور سیدہ زوری پیمانی ہے اور چھنرات مفسرین کرام کے مطلب کو نہ سمجھتے ہوئے کہا ہے یا سوچی سمجھی ہوئی تحریف ہے۔

اولاً تو اس لیے کہ اگر اس مقام پر دُعا اور عبادت دو الگ الگ حقیقتیں ہیں تو خالق کائنات بڑھ کر دُعا کے موقع اور محل کو کون زیادہ سمجھ سکتا ہے؟ پھر عبادت پر دُعا کا (جو جدا جدا چیزیں ہیں) اطلاق کیسے ہوا؟ اور اگر اس جگہ دونوں ایک

ہی ہیں، اگرچہ بعض دوسرے مقامات میں ان کے درمیان عموم من وجہ ہو، تو شاہ صاحب گر لڑوی کی منطق باطل ہوئی کیونکہ وہ اس جگہ فرق کرتے ہیں۔

ثانیاً قرآن کریم ایسی کتاب نہیں ہے جو اپنی تشریح خود نہ کرتی ہو۔ قرآن میں اکثر مقامات پر جہاں دُعَايَ دُعَا کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں وہاں ساتھ ہی اِحْبَاب، اِسْتِجَاب، اِجْتِاب اور سَمَاع وغیرہ کے صیغے اطلاق فرما کر دعا کو پکارنے کے معنی ہی میں متعین کر دیا گیا ہے۔ مثلاً :-

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاكُمْ اَمِّنْ يُّحْيِي الْمَيُتَّ اِذَا دَعَا وَمَنْ اَخْلَصَ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يُسْتَجِبْ لَهُ اِلَّا يَوْمَ الْقِيَمَةِ

اگر تم پکارو۔ وہ تمہاری پکار نہ سُنیں کون ہے جو مضطر اور بے کس کی آہ و پکار کو سُنتا ہے۔ اس شخص سے زیادہ بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اس شخص کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکار کو نہ سُن سکے۔

ان مقامات میں دُعَايَ دُعَا کے بعد سماع اور اجاب و استجاب لغت کا حوالہ کے ساتھ تقابل اور ربط کو اسی ہی لیے ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ کوئی کوڑ مغز دُعَايَ دُعَا کے معنی میں تحریف نہ کرے، اور لغت کی کتابوں میں ہے اجابہ و اجاب عن سوالہ بمعنی اجاب اللہ دعاءہ واستجاب بمعنی (صرح مثلاً یعنی اجابہ اور اجاب کا معنی یہ ہے کہ اس نے اسکا سوال قبول کیا اور اجاب اللہ دعاءہ واستجاب کا ایک ہی معنی ہے کہ خدا تعالیٰ نے اُسکی پکار کو سُن کر قبول فرمایا۔ لہذا قرآن کریم کے صریح اور لفظی قرینہ کے ہوتے ہوئے کوئی اور معنی لینا خالص سیدہ زوری ہے۔

ثالثاً حضرات مفسرین کرام، قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے پیش نظر تو یہ بتا رہے ہیں کہ الدُّعَاءُ هو العبادۃ پکارنا عبادت ہے حضرات مفسرین کرام تو پکارنے اور عبادت میں اتحاد اور عینیت تسلیم کرتے ہیں نہ کہ تعارض اور تضاد (اس کی پوری تفصیل اپنے موقع پر آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ) اور گوڑوی شاہ صاحب

کہ انبیاء اور اولیاء اور بزرگوں کو پکارنا شرک نہیں ہے۔ شرک تو صرف اصنام، اوثان اور بت پرستی کا نام ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارات سے دھوکا دیا ہے، لیکن حضرت شاہ ولی اللہ صاحب یہ لکھتے ہیں کہ :-

”شرک کی جڑ اور حقیقت ہی یہی ہے کہ ”معظمین من الناس“ انسانوں کی بزرگ ترین ہستیوں میں ایسے اوصاف (مثلاً عالم الغیب، حاضر و ناظر اور مقصود فی الامور ہونا وغیرہ) تسلیم کرنا، جو صرف اللہ تعالیٰ کے خواص میں منحصر ہیں۔ اور حضرت حکیم الامت کا یہ ارشاد بلا وجہ اور بلا دلیل نہیں ہے۔ ہم نے پہلے سیر حاصل بحث، اس پر تاریخی شواہد اور دلائل کے ساتھ بیان کر دی ہے کہ دنیا میں سب سے پہلا شرک، بزرگوں ہی کی ذات اور ان کی قبروں ہی سے شروع ہوا ہے۔

حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں :-

ومنہا انہم كانوا يستعينون
ان شرک کی قوموں میں سے ایک یہ ہے کہ
بغير الله في حوائجهم من شفاء
وہ لوگ بیمار کی شفا، فقیر کی غنا وغیرہ اپنی
المريض وغناء الفقير وينذرون
حاجتوں میں غیر اللہ سے استعانت کرتے
لهم يتوقعون انجاح مقاصدهم
اور ان کے ناموں کی نذرین دیا کرتے تھے
بتلك النذور ويتلون اسماءهم
تاکہ ان کو اپنے مقاصد میں ان نذروں کی وجہ
رجاء من كمها فاجب الله تعالى
سے کامیابی حاصل ہو اور تحصیل برکت کے
عليهم ان يقولوا في صلواتهم وایاک
یہ ان کے ناموں کو پڑھتے تھے، سو اللہ تعالیٰ
نعبد وایاک نستعين وقال الله
نے ان پر یہ واجب کر دیا کہ اپنی نماز میں یہ
تعالى فلا تدعوا مع الله احداً
پڑھا کریں کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں
وليس المراد من الدعاء العبادة
اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ اور فرمایا اللہ
كما قاله بعض المفسرين بل هو
تعالیٰ نے سومت پکارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ
الاستعانة لقوله تعالى بل اياه
کسی کو، اور دعا سے اس جگہ مراد عبادت نہیں

پکارنے اور عبادت کو ایک دوسرے کی ضد سمجھتے ہیں اور دونوں معنوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

وللجاء شاہ صاحب گوڑوی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کو حکیم الامت لکھتے ہیں اور ان کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ سے جا بجا استدلال کرتے ہیں کیوں نہ ہو کہ حضرت شاہ صاحب کی زبانی ہی ان کی تسلیٰ گرا دی جاتے۔
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب باب اقسام الشرک کو ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں :-

حقيقة الشرک ان يعتقد
شرک کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان
انسان في بعض المعظمين من
انسانوں کی کسی بڑی ہستی میں عجیب و غریب
الناس ان الاثار الغيبية الصادقة
کرامات دیکھے، اور یہ اعتقاد کرے کہ یہ
منه انما صدرت لكونه متصفا
آثار جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں اور
بصفة من صفات الكمال مالم
کسی دوسرے میں ہرگز نہیں پائے جاسکتے
يعهد في جنس الانسان بل
یہ بزرگ ہستی چونکہ صفات کمال سے موصوف
يختص بالواجب جل مجده لا
ہے اور اس میں یہ آثار اس لیے پائے گئے
ليجحد في غيره الا ان يخلق هو
ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو الوہیت کی
خلعة الالهية على غيره او يفتي
خلعت سے نوازا ہے یا اس بزرگ نے فنا فی اللہ
غيره في ذاته ويبقى بذاته او يحو
کا درجہ حاصل کر لیا ہے اور اپنی ذات بالکل
ذلك مما يظنه، هذا المعتقد
مٹا دی ہے اب اس سے جو کچھ صادر ہوتا ہے
من النواع الخرافات -
گو یا خدا تعالیٰ کر رہا ہے۔ اور اس قسم کے
او کئی خرافات اس معتقد کے ذہن میں آتے ہیں
(حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۶)

اس عبارات سے گوڑوی شاہ صاحب کی یہ اصولی غلطی بھی واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب اعلام کلمۃ اللہ میں جگہ جگہ اس پر زور دیا ہے

تَدْعُونَ فِيهِ كَشَفَ مَا تَدْعُونَ ط
(حجۃ اللہ البالغہ ص ۶۲)

ہے جیسا کہ بعض مفسرین کرام نے کہا ہے۔ بلکہ اس
دعا سے استعانت مراد ہے اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں۔ بلکہ تم اسی کو پکارو گے سو وہ تمہاری تکلیف
دور کرے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی یہ عبارت اپنے مفہوم اور مدلول کے لحاظ
سے بالکل واضح ہے کہ دعا سے مراد اس مقام پر ایسی عبادت نہیں جو استعانت
اور پکارنے کے خلاف ہو جیسا کہ بعض حضرات مفسرین کرام کو وہم ہوا ہے بلکہ اس
جگہ دعا سے مراد استعانت و استمداد ہے جو خاصہ خداوندی ہے اور وہ نری عبادت
خامشاً عبادت کی جو تشریح حضرت شاہ صاحبؒ نے کی ہے، وہ اس
مقام پر سو فیصدی پکارنے کے معنی پر صادق آتی ہے۔ پھر دعا بمعنی خواندن اور
نذر نمودن کا انکار کرنا صریح غلط اور باطل ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ دہلوی
لکھتے ہیں کہ عبادت کا معنی ہے اپنے آپ کو انتہائی ذلیل اور کمزور سمجھنا، اور
یہ تذلل اس کو چاہتا ہے کہ کمزور میں صنعت ہو اور دوسری جانب قوت ہو۔ کمزور
میں احساس کمتری ہو اور دوسری طرف شرف و فضل ہو۔ کمزور میں انقیاد و کمتری
ہو اور دوسری طرف تسخیر اور نفوذ حکم ہو (حجۃ اللہ البالغہ ص ۶۲) اور فرق الاسباب
طور پر بے کسی اور بے بسی کے عالم میں نذر نمودن اور خواندن میں یہ سب کچھ پایا
جاتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ نزاع لفظ الداعی اور المدعو میں نہیں ہے اور نہ ماتحت
الاسباب پکارنے میں ہے جیسا کہ بعض نرے جاہلوں کو شبہ ہوا ہے بلکہ نزاع
بیدعو امن دون اللہ اور فلا تدعو امع اللہ وغیرہ کے خاص مقامات اور
ما فوق الاسباب دعا یہ دعا میں ہے۔ خوب سمجھ لو۔
اور جو شخص کسی اور کو اللہ سمجھ کر پکارتے گا تو اس کا رتی رتی کا حساب اللہ تعالیٰ
کے ہاں ہوگا۔ ارشاد ہوتا ہے :-

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا
بُزْهَانٌ لَهُ بِهِ فَإِنَّكَ حِسَابُهُ عِنْدَ
رَبِّهِ ط (پہ، مومنون، ۱۷)

اللہ تعالیٰ عام انسانوں کو سمجھانے کے لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے :-

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا
يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ
فَأِنَّكَ إِذَا مَنَّ الظَّالِمِينَ هَ وَ إِنْ
يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ
لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُبْرِدْكَ بَخَيْرٍ
فَلَا رَآدَ لِفَضْلِهِ ط (پہ، یونس، ۱۷)

ان آیات سے یہ بات بخوبی اور بلا شک و شبہ ثابت ہو چکی ہے کہ غیر اللہ
کو ما فوق الاسباب طریق پر حاجت روا اور شکل کشا سمجھ کر مصیبت کے وقت پکارنا
شرک ہے اور یہی مشرکین عرب کا شرک تھا۔

یہ یاد رہے کہ پیاس کے وقت اپنے نوکر کو پانی کے لیے پکارنا، بیماری
میں علاج کے لیے حکیم اور ڈاکٹر کو بلانا، کسی اور ایسی ہی تکلیف اور مصیبت میں اپنے
کسی دوست عزیز اور رشتہ دار یا عام انسان کی توجہ اپنی طرف منعطف کرنا یہ نہ تو
شرک ہے اور نہ اس سے ڈاکٹر یا حکیم وغیرہ کو اللہ بنانا لازم آتا ہے کیونکہ یہ سب
کچھ سلسلہ اسباب کے تحت ہے نہ کہ سلسلہ اسباب کے ما فوق بخلاف اس کے جو
شخص بھوک، پیاس، بیماری یا دیکھ درد میں کسی غیر، دلی شہید اور بزرگ کو پکارتا ہے جو
سینکڑوں اور ہزاروں میل دور اپنی قبور میں آرام فرماتے ہیں۔ تو اس پکارنے کے
یہ معنی ہیں کہ وہ ان کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب سمجھتا ہے اور اس کو اس معنی میں

متصرف فی الامور مانتا ہے کہ مشکل کشائی، حاجت روائی، پناہ دہندگی، امداد و اعانت و خبر گیری و حفاظت میں فوق الطبعی طور پر اسباب کو حرکت میں لاسکتے ہیں اور یہی اصل شرک ہے۔

ما فوق الاسباب طریق پر امید و نفع اور دفع مہرت کے وقت غیر اللہ کو پکارنا اس لیے شرک ہے کہ شرک کے اصولی طور پر تین ستون ہیں۔

(۱) یہ کہ پکارنے والے کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ جس کو میں پکار رہا ہوں۔ وہ میرے حال سے آگاہ اور میری مصیبت کی اس کو خبر اور علم ہے۔ یعنی عالم الغیب یا عالم مآکان و مایکون ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کے نیچے دو درجوں کو قیامت تک بھی اگر پکارا جائے تو ان کو اس کی خبر نہیں ہو سکتی وَ هُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفُلُونَ۔ (اور ان کو خبر نہیں ان کے پکارنے کی۔)

(۲) یہ کہ پکارنے والا سمجھتا ہے کہ جس کو میں پکارتا ہوں وہ میری حالت کو دیکھتا اور میری آواز کو سنتا ہے یعنی حاضر و ناظر ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ
وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ
کہ اگر تم ان کو پکارو وہ سنیں نہیں پکارتی اور اگر سنیں
پہنچ نہ سکیں تمہارے کام پر، بھلا دوسرے بجز پروردگار
کے اور کون آواز سنتا ہے اور پھر کام پورا کر دیتا ہے۔

(۳) پکارنے والا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جس کو میں پکارتا ہوں وہ مجھے نفع دے اور تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جن کو تم پکارتے ہو، وہ ذرہ بھر کے مالک نہیں، نہ زمینوں میں نہ آسمانوں میں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے
فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ
وَلَا تَحْوِيلًا
سو وہ اختیار نہیں رکھتے کہ حصول دیں تمہاری
تکلیف اور نہ بدل دیں۔

قاریین کرام! علمائے اُمت نے اس مسئلہ کی حقیقت کو جب سمجھا، تو نہایت واضح اور غیر مبہم الفاظ میں ان تینوں چیزوں کا عقیدہ لکھنے والے کی تکفیر

کی۔ چنانچہ حضرات فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:-

من قال ارواح المشايخ حاضرة
تعلقه يكفر ط
جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی ارواح حاضر
ہیں، اور وہ جانتی ہیں تو ایسا شخص کافر

(فتاویٰ بزاز یہ ص ۳۲۶ و بحر الرائق ۵ ص ۱۲۴) ہو جائیگا۔

اس عبارت میں حضرات فقہائے کرام نے پہلی دو چیزوں کو (یعنی غیر اللہ کو عالم الغیب اور حاضر ناظر سمجھنا) بیان کر کے ایسا عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کی ہے۔

اور تیسری چیز کا حضرات فقہائے حنفیہ کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم نے یوں قلع قمع کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ولی اور بزرگ کے لیے نذر و منت مانے تو وہ کافر ہو جاتا ہے کیوں کہ نذر ماننے والے کا خیال ہوتا ہے کہ (ان اہلیت یتصرف فی الامور دون اللہ و اعتقادہ بذلک کفر، بحر الرائق ۵ ص ۲۹۸ مصری و شامی ج ۳ ص ۱۴۵، و مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی لکھنوی ج ۲ ص ۹۴) میت اللہ کے درے معاملات میں تصرف کرتی ہے اور اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔

لطیفہ :- وہ لوگ جو شرک صرف بتوں کے ساتھ ہی عقیدت والستہ رکھنے کو سمجھتے ہیں۔ وہ حضرات فقہائے کرام کی ان عبارات کا کیا جواب ارشاد فرمائیں گے جن میں مشائخ اور میت کے الفاظ موجود ہیں۔ کیا مشائخ اور میت بھی کوئی بت ہوتے ہیں؟ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

مفتی احمد یار خان صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اولیاء اللہ اور انبیاء کرام سے مدد مانگنا جائز ہے الخ (جاء الحق ص ۱۸۳) اور پھر آگے لکھا ہے کہ انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا یا ان کو حاجت روا جاننا شرک ہے اور نہ خدا کی بغاوت بلکہ عین قانون اسلامی اور مشاء الہی کے بالکل مطابق ہے۔ جناب معراج میں نماز اولیٰ پچاس وقت کی فرض فرمائی، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض پر کم کرتے کرتے پانچ رکھیں آخر یہ کیوں؟ اھ (جاء الحق ص ۱۹۴)

مفتی احمد یار خان صاحب نے جتنی آیات اور احادیث پیش کی ہیں ایک بھی ان کے اس دعوے کی دلیل نہیں ہے۔ (حدیث معراج کا جواب آگے آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ) غرض کہ مافوق الاسباب طریق پر غائبانہ استعانت و استدعا غیر اللہ سے ناجائز ہے۔ بعض لوگوں نے اپنے دعوے پر بعض بزرگان دین کے غیر معصوم اقوال پیش کئے ہیں جو حقیقتہ طور پر انہوں نے کئے ہیں جو خود قابل تاویل ہیں نہ یہ کہ نصوص قطعیہ کے مقابلہ میں وہ صیح ہیں اور بعض معجزات اور کلمات ہیں جو محل نزاع نہیں دیکھتے راقم کی کتاب راہ ہدایت)۔ الغرض غیر متعلق دلائل سے استدلال و احتجاج اور غیر معصوم آراء و اقوال سے اثبات عقائد مفتی احمد یار خان صاحب اور ان کے ہم مشرب رفقاء ہی کو زیب دیتا ہے۔ یہ اسنی کی ہمت ہے کہ وہ یہ لکھتے ہیں ع۔ "اللہ کو بھی پایا مولیٰ ترمی گلی میں" (جاء الحق ص ۱۸۶) اور تفسیر روح البیان شریف کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ "شیخ صلاح الدین فرماتے ہیں کہ مجھ کو رب نے قدرت دی ہے کہ میں آسمان کو زمین پر گردوں، اگر میں چاہوں تو تمام دنیا والوں کو ہلاک کر دوں، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے۔" (جاء الحق ص ۱۸۷)

بحان اللہ! یہ ہے مفتی صاحب کی دینی دلیل حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام التسلیمات تو انظار معجزات اور مجرم اور نافرمان اقوام کی تباہی و بربادی کا اختیار نہ حاصل کر سکے بلکہ قُلْ مَا عِندِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بہم الایت سے امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اعلان کرنے کا حکم خداوندی موصول ہوا۔ مگر بقول ان حضرات کے شیخ صلاح الدین تمام کائنات کو فنا کرنے اور آسمانوں کو زمین پر مے مارنے پر بھی قادر ہو گئے ہیں۔ ع۔

"اس کا راز تو آید و مرداں چیں کنند"

اور مفتی احمد یار خان صاحب جو ش بیان میں آتے ہیں تو ص ۳۰۲ میں تفسیر صاوی کے حوالہ سے ایک عبارت نقل کر کے اس کا یوں ترجمہ کرتے ہیں:-

"اس آیت (وَلَمْ تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ) میں اُن خارجیوں کی دلیل نہیں جو کہتے ہیں کہ غیر خدا سے خواہ زندہ ہو یا مردہ کچھ مانگنا شرک ہے خارجیوں کی یہ بکواس جہالت ہے الخ"

مگر مفتی صاحب یہ بتانے کی مطلقاً زحمت گوارا نہیں کرتے کہ صاوی والا تیرہویں صدی کا غیر معتبر اور رطب و یابس اقوال جمع کرنے والا ایک نیم شیعہ مفسر ہے، یہ ہے مفتی احمد یار خان صاحب کی کارستانی، فوا اسفا۔ مگر حیرت ہے کہ اب دنیا میں ایسے لوگ بھی مفتی بن گئے ہیں۔

رقیبان جہاں کی گھنٹیوں کو کون بھائے کشاکش کی فضا ہے کوئی بونہی درازی رقیبان جہاں کی گھنٹیوں کو کون بھائے کشاکش کی فضا ہے کوئی بونہی درازی مفتی احمد یار خان صاحب نے حضرت مولانا شیخ الہند محمد الحسن صاحب (متوفی ۱۳۳۴ھ) کی دایا کے نستعین کے حاشیہ سے یہ عبارت نقل کی ہے:-

"ہاں اگر کسی مقبول بندے کو واسطہ رحمت الہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اُس سے کرے تو یہ جائز ہے، کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ بس فیصلہ ہی کر دیا الخ (جاء الحق ص ۱۹۱) اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی (المتوفی ۱۳۴۲ھ) کے املو الفتاویٰ ج ۴ ص ۹۹ کی اس عبارت کو کہ:-

"جو استعانت و استدعا باعقاد علم و قدرت مستقل ہو وہ شرک

ہے اور جو باعقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت

کسی دلیل سے ثابت ہو جائے تو جائز ہے خواہ مستند نہ ہی ہو یا نہ"

لکھ کر مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ بس فیصلہ ہی فرمادیا کہ مخلوق کو غیر مستقل قدرت

مان کر اُن سے استدعا جائز ہے اگرچہ یہ ثابت ہی ہو الخ (جاء الحق ص ۱۹۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ فریق مخالف کا نظریہ معلوم نہیں کہ وہ مستقل اور غیر مستقل کا کیا مفہوم مراد لیتا ہے مگر ہمارے اکابر جو کچھ فرماتے ہیں وہ سُن لیجئے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں منقول ہے :-

” قدرت و اختیار چیز ہے عطا فرمودن و قوت اقتدار ان تفویض نمودن مضمونے دیگر است و فعل خالص خود در چیزے ظاہر کردن مضمونے دیگر مثلاً تو ان گفت کہ زید بقلم نوشت و فعل خاص خود کہ کتابت است در قلم ظاہر کرد و نمی تو ان گفت کہ زید قدرت و اختیار حرکت و قوت اقتدار کتابت بقلم سپرد زیرا کہ قلم تا وقتیکہ مثل زید انسان نشود قدرت و اختیار حرکت و قوت و اقتدار از کتابت حاصل نمیتوان کرد و خاصہ انسان بدست نواں آورد الی ان قال کہ قدرت و اختیار افعال خاصہ احدیت و قوت و اقتدار آثار مخصوصہ صمدیت بکے یا چیزے سپردن از مرتبہ امکان برتر ہے و وجوب نمودن است الخ“ (ج ۳ ص ۲۲)

اور پھر ج ۳ ص ۲۲ پر لکھا ہے کہ :-

” لفظ علم ذاتی و تصرف استقلال مثل اک کہ در کلام بعض علماء مشرک مولانا شاہ ولی اللہ شاہ عبد العزیز بہ نسبت بکھار واقع شدہ مراد ازال ہمیں اثبات قدرت و اختیار از در گاہ پروردگار است کہ موجب شرک کفار ناجکار است ورنہ مشرکین عرب ذات و صفات اصنام را مخلوق خدا و قدرت و اختیار انہا عطا فرمودہ جناب کبریا پریتند“ اس سے معلوم ہوا کہ مستقل تصرف کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ تصرف ان کا خانہ زاد ہو بلکہ وہ اختیار اور تصرف خدا تعالیٰ ہی کا عطا فرمودہ ہے (اور ایسا تصرف ماننا بھی شرک ہے) جیسا کہ تمام عدالتیں فیصلہ صادر کرنے میں مستقل ہوتی ہیں یہاں تک کہ وہ بسا اوقات اعلیٰ احکام کے خلاف بھی فیصلہ صادر کر دیتی ہیں حتیٰ کہ صوبہ اور مرکز کے خلاف بھی مگر ان کے اختیارات عدالت بالا کے محکام اور ملکی آئین ہی کے تحت اور انہی سے حاصل ہوتے ہیں اور مرکزی اور صوبائی حکومتیں ان کو معزول

بھی کر سکتی اور کرتی رہتی ہیں، تصرف مستقل کا یہ معنی اختیار ہی ہے کہ ان کو یہ اختیار خود اپنی طرف سے حاصل ہوں، جب خود ان کا وجود غیر مستقل ہے تو ان کی کیفیت کا استقلال کیسے؟ چنانچہ خود حضرت مولانا تھانویؒ اپنی آخری تالیف میں ارقام فرماتے ہیں کہ :-

” اور مستقل بالناظر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام اس کے سپرد ایسے طور پر کر دیے ہیں کہ وہ اس کے نافذ کرنے میں حق تعالیٰ کی مشیت خاصہ کا محتاج نہیں ہے گو اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ اس کو اس کی تفویض اختیار سے معزول کر دے“ (بواور النوار ص ۵۶)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ اکابر جس معنی کو مستقل فرما رہے ہیں وہی مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کی اصطلاح میں غیر مستقل کے ہیں اور یہی مشرکین عرب کا شرک تھا۔ وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کو اپنے کچھ کام تفویض کر دیے ہیں جیسا کہ حجۃ اللہ البالغہ اور بدور بارغہ کی عبارت سے بیان ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ باقی حضرت تھانویؒ نے جو کیا شفیخ العجا وخذ بیدي الخ فرمایا ہے جس سے غیر اللہ سے استعانت کے بارے میں مفتی صاحب کو دھوکا ہوا ہے تو اس کا پورا جواب تو رقم الحروف انشاء اللہ تعالیٰ علماء دیوبند کی عبارت کے جوابات میں عبارت اکابر حصہ دوم میں عرض کرے گا، سر دست یہی کافی ہے کہ مفتی صاحب کو اس کے جواب کے لیے خود مولانا کی ”نشر الطیب“ ص ۲۵۳ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ طبیعت صاف ہو جائے گی۔

حضرت مولانا تھانویؒ حدیث توسل میں لفظ یا محمد کی تشریح میں فرماتے ہیں اور مذاکشبہاں بھی نہ کیا جاوے دیکھو جو سے ایک تو متبادر قصہ سے یہ ہے کہ مسجد نبوی میں جانے کو فرمایا ہے سو وہاں حضور قریب ہی تشریف رکھتے ہیں مذاکشبہ غائب لازم نہیں آتی دوسرے سلف صالح خوش اعتقاد تھے مذاکشبہ بقصد تبلیغ ملائکہ ان کے حال

سے ظاہر تھا بخلاف اس وقت کے عوام کے کہ عقیدہ میں (مفتی احمد یار خاں کی طرح۔
صدقہ غلو کہتے ہیں اسی لیے اُن کو منع کیا جاتا ہے بلکہ اُن کی حفاظت کے لیے
خواص کو بھی روکا جاتا ہے تیسرے وہ حضرات یہ نادر حاجت روا سمجھ کر نہ کرتے تھے
اب اس میں بھی غلو ہے پس اُن کا فعل ان ناقصین کے فعل کا مقیس علیہ نہیں بن
سکتا ہے۔ کار پا کاں راقی اس از خود میگیر

اور یہی مراد ہے احقر کے اپنے اس قول سے آغاز فصل ہذا میں جب کہ حدود شرعیہ کو محفوظ
رکھے انتہی بلفظ (نشر الطیب ص ۲۵۳ طبع جدید برقی پریس دہلی) اس سے معلوم ہوا کہ
حضرت تھانویؒ نہ تو یا رسول اللہ خذ بیدی کے الفاظ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو حاضر و ناظر سمجھتے ہیں اور نہ حاجت روا بلکہ محض عشق و محبت اور شوق کے طور پر ایسا فرماتے
ہیں اس قصہ سے کہ فرشتے ہماری یہ بات حضرت کی خدمت اقدس میں پیش کر
دیں گے۔ بریلوی حضرات کے مشہور اور محقق عالم مولوی عبد السمیع صاحب ایسے ہی مذاق
اشعار کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پھر اسی طرح سمجھ لو کہ جو اشعار شوقیہ رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بطور خطاب حاضر کئے ہیں وہ اس لیے ہیں چونکہ تصور آپ
کا دل میں بندھا ہوا ہے غلبہ اشتیاق میں خطاب حاضرانہ باعث حضور فی الذہن کے
کرتے ہیں الخ (انوار ساطعہ ص ۲۲۸) پھر آگے لکھتے ہیں کہ۔ پھر اسی طرح اس مقام میں سمجھ
لو جو کوئی کہتا ہے۔

تمنا ہے نام پر قربان یا رسول اللہ

فد ہے تم پر میری جان یا رسول اللہ
اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ میری جان حضرت پر قربان ہے مراد اس کی جملہ خبر یہ ہے
گو اس نے لفظ مذاتیہ بولا ہے کیا ضرور کہ یوں کہو یہ شخص تو خدا کی طرح حاضر و ناظر جان کر
پکارتا ہے ہاں البتہ تم خود معنی شرک اور کفر کے لوگوں کے ذہن میں جاتے ہو یہ کہہ کر
کہ لفظ یا نہیں ہوتا مگر واسطے حاضر کے اور خطاب نہیں کیا جاتا مگر حاضر کو حالانکہ یہ
تاعدہ غلط ہے (ص ۲۲۹)

اور پھر آگے لکھتے ہیں۔ اور جو کوئی فقط یہ لفظ کہے یا رسول اللہ اُس کی نسبت ہم یہ کہتے
ہیں کہ شرح ملا اور غایتہ التحقیق وغیرہ میں ہے کہ لفظ یا بمعنی اَدْعُو ہے اور ادعو کے
معنی میں ہندی میں کہ میں پکارتا ہوں پس جس نے کہا یا رسول اللہ اس کے معنی قاعد عربی
سے یہ ہونے کہ پکارتا ہوں رسول اللہ کو یعنی ان کو یاد کرتا ہوں ان کا نام لیتا ہوں کہو
اس میں کیا شرک کیا کفر ہو گیا؟ اور یہ بھی ضابطہ کلام عرب میں لفظ یا کی نسبت محض پکار
ہے ینادی بہا القدیہ والبعید یعنی پکارا جاتا ہے لفظ یا کے ساتھ نزدیک و
دور ہر طرح اھ (ص ۲۳۰) اور مافوق الاسباب کا معنی راقم کی کتاب راہ ہدایت ص ۱۲۴
اور ص ۱۲۵ میں ملاحظہ کریں۔

مولوی محمد عمر صاحب نے حضرت ام ابو حنیفہؒ کی طرف ایک مصنوعی اور جعلی قصیدہ
منسوب کر کے اُس سے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استمداد و استعانت
کے جواز پر استدلال کیا ہے اور پھر اس مورچہ کو مفت میں سر کرنے کے بعد یوں لکھا ہے
کہ اب تم اپنی حقیقت کو ام ابو حنیفہؒ کے عقیدہ کی کسوٹی پر پرکھو کہ واقعی تم حنفی ہو یا نہیں اور
استمداد من عباد اللہ کا انکار کر کے حنفی کہلانے کے حقدار ہو یا دہلی؟ انتہی بلفظ مقیاس
حنفیت ص ۲۸۱ ونحوہ فی جارا الحق ص ۱۹

مگر مولوی محمد عمر صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ام صاحب کی شخصیت کوئی گنہگار
شخصیت نہیں ہے کہ ان کی طرف ہر ناپ شناپ کو منسوب کر کے منوالیا جائے
اور اس سے عقیدہ باطلہ ثابت کر لیا جائے۔ نہ تو یہ جعلی قصیدہ حضرت ام ابو حنیفہؒ کے
اور نہ وہ غیر اللہ سے مافوق الاسباب استمداد کے قائل ہیں خود ان کی اپنی تالیف "فتۃ الکبر"
دیکھیں کہ وہ کیا عقیدہ بیان فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو بھی دلائل مولوی محمد عمر صاحب
وغیرہ نے پیش کئے ہیں ان میں ایک دلیل بھی ان کے باطل مدعا کو ثابت نہیں کرتی کیا خوب
کھلتی دیکھی نہیں ملی دل کی

یہ بات ملحوظ خاطر ہے کہ بعض حضرات کو بلا وجہ شبہ اور وہم ہوا ہے کہ حضرت ام ابو حنیفہؒ

کی اپنی کوئی تصنیف نہیں اور خصوصاً الفقہ الاکبر ان کی تصنیف نہیں بلکہ یہ ابو حنیفہ البخاریؒ کی تصنیف ہے لیکن یہ ان حضرات کا بالکل بے جا بے حقیقت اور نراوہم ہے ہم نے مقام ابی حنیفہؒ اور مقدمۃ البیان الاذہر میں اس پر بقدر ضرورت بحث کر دی ہے مشہور اور قدیم مؤرخ علامہ ابو الفرج محمد بن اسحاق بن ندیم (المتوفی ۳۸۵ھ) اپنی معلومات افزا کتاب الفہرست لابن النہیم (جو اسنوں نے ۳۸۵ھ میں تصنیف کی ہے) میں لکھتے ہیں کہ الفقہ الاکبر اور کتاب العالم والمتعلم اور الرد علی القدریہ وغیرہ امام ابو حنیفہؒ کی تصانیف ہیں (ملاحظہ ہو ص ۲۹۹ بلع مصر) اور علامہ محمد بن مصطفیٰ المعروف بطاش کبریٰ زادہ (المتوفی ۹۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ الفقہ الاکبر اور العالم والمتعلم حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تصانیف ہیں معتزلہ نے یہ اختراع کیا ہے کہ یہ ان کی نہیں بلکہ ابو حنیفہؒ البخاریؒ کی ہیں معتزلہ کا یہ زعم ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ ان کے مسلک پر تھے اور الفقہ الاکبر وغیرہ میں تو ان کا رد ہے تو پھر جہل بقول ان کے کہ یہ ان تصنیف کیسے ہو سکتی ہے؟ اور فرماتے ہیں کہ امام شمس الدین کو درمی امام فخر الاسلام بدویؒ امام عبدالعزیز البخاریؒ اور مشائخ کی ایک ٹہنی جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ الفقہ الاکبر وغیرہ امام ابو حنیفہؒ کی تصنیف ہے (محمّد مفتاح السعاده ومصباح السیاده ج ۲ ص ۲۹)

باب یازدہم

آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مشرکین عرب غیر اللہ کو پکارا کرتے تھے، اور ان سے نفع اور ضرر کی امیدیں وابستہ رکھتے تھے تو ممکن ہے کہ کسی کو یہ شبہ ہو کہ وہ خدا تعالیٰ سے بالکل نظر ہٹا لیا کرتے تھے یا ان کو یہی متقل بالذات سمجھ کر پکارا کرتے تھے یا ہمیشہ غیر اللہ کو پکارا کرتے تھے اور کبھی بھولے سے بھی خدا کو یاد نہ کرتے تھے لہذا وہ مشرک تھے لیکن کلمہ پڑھنے والوں کے دل میں تو خدا تعالیٰ کی ذات ہی ہوتی ہے وہ کسی کو مستقل بالذات باختیار نہیں سمجھتے، اور اللہ تعالیٰ کو بھی وہ پکارتے ہیں تو اس کا جواب قرآن کریم اور حدیث وغیرہ سے سن لیجئے:-

اور وہ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے
درے اس چیز کی جو نہ نقصان پہنچا سکے ان کو نہ
نفع۔ اور کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارے سفارشی ہیں اللہ
تعالیٰ کے پاس۔ تو کہہ کیا بتلاتے ہو اللہ تعالیٰ
کو وہ چیز جو اس کو معلوم نہیں آسمانوں میں اور نہ
زمین میں، وہ پاک ہے اور برتر ہے اس سے جس
کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

اور جنہوں نے پکڑے ہیں اس سے دیے حمایتی

① وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۚ وَآيَاتُ اللَّهِ تَعَالَى هُوَ لَا يَسْتَفْعَلُونَ ۚ عِنْدَ اللَّهِ طَقْلٌ ۚ أَتَسْتَبْسِتُونَ ۚ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مُبْصِرٌ ۚ وَسُبْحَانَ اللَّهِ ۚ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۚ (پ، یونس، ۱۷)

② وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ

اور حضرت شاہ صاحب ہی لکھتے ہیں کہ اہل جاہلیت کا زندگی پر اور الحاد یہ بھی تھا۔ وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ یہاں فرشتوں اور ارواح (پاکان) کے کچھ ایسے نفوس ہیں جو زمین والوں کی بڑے کاموں کے علاوہ چھوٹے چھوٹے کاموں میں تیر کر رہے ہیں مثلاً عابد کے نفس کی اصلاح اس کی اولاد اور مال کی حفاظت اور نیکوئی وغیرہ اور اس کو وہ اس مثال سے بیان کرتے تھے کہ جیسے بادشاہ اپنی حدود و مملکت کے کچھ اختیارات چھوٹے چھوٹے نوابوں اور گورنروں کے سپرد کر دیا کرتا ہے، اور وہ اس کے عطا کردہ اختیارات سے تصرف کرتے ہیں۔ اور جیسے ہر آدمی کی رسائی بادشاہ تک براہ راست نہیں ہو سکتی۔ لیکن وہ بادشاہ کے خاصگی دوستوں اور ہم نشینوں کی سفارش سے بادشاہ تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ بعینہ یہی طریقہ ہے خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے بعض امور عالم اسباب میں فرشتوں کے سپرد کئے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کی معافی قبول کر لیتا ہے، تو اس سے ان لوگوں نے یہ غلط نظریہ قائم کر لیا کہ شاید فرشتوں اور نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی اختیارات سونپ دیے ہیں جیسے کہ کوئی بادشاہ اپنے گورنروں اور ماتحت حکام کو سونپ دیا کرتا ہے اور یہی ان کے فساد و عقیدہ کی بنیاد اور جڑ تھی کہ انہوں نے بن دیکھی چیز کو دیکھی ہوئی چیز پر قیاس کر لیا۔ اور کھلی غلطی کا شکار ہوئے۔ (حجتہ اللہ البالغہ ص ۱۲۵)

اور دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں :-
مشرکوں کا مسلمانوں کے ساتھ اس بات پر مکمل اتفاق تھا کہ بڑے بڑے اور اہل حکم کاموں میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو کوئی اختیار نہیں دیا۔ لیکن وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے جو ان سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تقرب الی اللہ کی وجہ سے بارگاہ الہی میں مقبول اور مقرب ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو جزوی طور پر

الوہیت (عاجت روانی، فریاد رسی، مشکل کشائی، پناہ دہندگی، امداد و اعانت، خبر گیری و حفاظت اور استجابت دعوات وغیرہ) کا منصب عطا فرمایا ہے سو وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی طرف سے عبادت (سجدہ مصیبت میں پکارنا، نذر و نیاز وغیرہ) کے مستحق ہیں جیسا کہ کسی بادشاہ کا کوئی خادم اس کی خدمت کرتا ہے اور بادشاہ اس کی خدمت کا صلہ یوں دیتا ہے کہ کسی اقلیم اور خطہ ارضی کا حاکم اسے مقرر کر دیتا ہے۔ تاکہ وہ من وجہ مخدوم ہو جائے اور لوگ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں، اور وہ لوگ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند و بالا ہے اور ہمارے جیسے ضعیف اور کمزور لوگوں کی عبادت براہ راست اللہ تعالیٰ تک کب پہنچ سکتی ہے؟ اس لیے ہمیں پہلے ان درمیانی واسطوں کا دروازہ کھٹکھٹانا چاہیے اور ان کا تقرب حاصل کرنا چاہیے تاکہ یہ ہم سے راضی ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمارا رابطہ اور تعلق جوڑ دیں تاکہ ہم بھی خدا تعالیٰ تک پہنچ سکیں اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ درمیانی واسطے ہماری دعائیں اور پکاریں سننے اور ہمارے حالات دیکھنے ہیں اور ہمارے لیے سفارشیں کرتے ہیں اور ہمارے کاموں میں ہماری مدد اور نصرت کرتے ہیں پھر ان لوگوں نے ان کے ناموں پر پتھروں کے مجسمے تراش لئے تاکہ یہ ان کی توجہ کامرکنہ اور قبلہ بن جائیں (حجتہ اللہ البالغہ ص ۵۹)۔

اور ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے نام بھی عبدالمسیح اور عبدالحزلی وغیرہ رکھ لیے تھے۔ (حجتہ اللہ البالغہ ص ۱۲۵)

حضرات! آج بعض کلمہ گو مدعیان اسلام کا بھی یہی شرک ہے۔ ایک رتی فرق نہیں ہے۔ کیا مافوق الاسباب سفارشوں کا نظریہ ان میں آج موجود نہیں ہے؟ یا عبد الرسول، عبد النبی اور سیر اندتہ وغیرہ نام آج سننے میں نہیں آتے؟ شراب شرک تو وہی پرانی ہے البتہ بوتلوں کی رنگت بدل دی گئی ہے اور لیبل بھی اسلامی لگا یا گیا ہے۔ (فوا اسفا)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ جہاں کا مدبر تو خدا تعالیٰ ہی کا ہے۔ لیکن وہ اپنے بعض بندوں کو جہاں کے مخصوص خطوں میں تصرف کرنے کا اختیار دیتے ہیں۔ (و یجعلہ موشا امتصافا فی قسط من العالم) (ردور بارغہ ص ۱۲۳)۔

پھر فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کا یہی عقیدہ تھا اور :-
والقلاۃ من منافق دین محمد صلی
اللہ علیہ وسلم فی یومنا هذا
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے دین کا نام لینے والے انتہائی درجہ کے منافقوں
کا بھی آج یہی عقیدہ ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچا دی ہے کہ مشرکین خدا تعالیٰ کو مدبر اور تمام جہاں کا بادشاہ مان کر بعض جزوی اور محدود قسم کے اختیارات (جن کا تعلق تکوینی امور سے تھا) عطا کرنا اور غیر مستقل طور پر غیر اللہ کے لیے ثابت کرتے تھے، اور ان کے اس عقیدہ کو مشرکین کی منطق کے اعتبار سے شاہ صاحب نے شہنشاہ اور ماتحت کے حکام کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے کہ صوبوں کے گورنروں اور اضلاع کے کلکٹروں کو جو ضروری اختیارات اور تصرفات حاصل ہوتے ہیں۔ وہ صرف بادشاہ سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ یہ تو مشرکین کا عقیدہ تھا۔ لیکن بزرگ خود ذرا اسلام کے شیعائیوں کے قائد کا ایک ہی شعر ملاحظہ کر لیجئے :-

احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو
کُن اور بکُن مکن چاہل ہے یا غوث
(حدائق بخشش ص ۲۵)

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی لکھتے ہیں :-
”و در تصرف در کائنات جزئیہ مانند کشادہ کردن رزق و دادن اولاد و دفع
امراض و تسخیر ارجح و مانند آن بکار می آرند۔ ایں خود شرک صریح است و دریں مقام
عذر نیست“
(فتاویٰ شاہ رفیع الدین صاحب ص ۶)

حضرات! ہم نے قرآن کریم کی آیات اور صحیح احادیث اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحب وغیرہ کی عبارات سے یہ واضح کر دیا ہے کہ غیر اللہ کے لیے عطائی اور غیر مستقل طور پر بھی (اگرچہ تمام جہاں کے لیے نہ ہو بلکہ مخصوص خطہ میں اور بعض امور میں ہی ہو) تکوینی امور میں خدا تعالیٰ کے بندوں کا تصرف ماننا اور ان کو خدا تعالیٰ کے کارندے تصور کرنا شرک صریح ہے، اور اس میں کوئی بھی معذور نہیں ہو سکتا۔ رہا اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وغیرہ احادیث سے فریق مخالف کا استدلال، تو ہم نے اپنے رسالہ ”دل کا سرور“ میں نہایت وضاحت سے حدیث کا معنی اور مطلب اور کافی وثائق جواب عرض کر دیا ہے۔ اس کی مفصل بحث اور تحقیق اُسی میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہ بات بھی طوطی خاطر ہے کہ اگرچہ مشرکین عرب بعض جزوی امور اور معاملات (اور تکوینی امور) میں خدا تعالیٰ کے بندوں کو عطائی اور غیر مستقل طور پر تصرف اور سفارش مانتے تھے۔ لیکن بڑے بڑے کاموں اور انتہائی مصیبتوں میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے۔ ماسوائے اللہ تعالیٰ کے سب ان کے اذنان اور قلوب ایسے وقت بالکل نکل جاتے تھے۔

قُلْ اَرَاَيْتُمْ كُمُ اِنْ اَتَاكُمْ عَذَابُ
اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمْ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ
تَدْعُونَ اِنْ كُنْتُمْ حٰدِقِيْنَ
بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ
اِلَيْهِ اِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ
(پ، العام، رکوع ۴)

تو کہہ دیجھو تو اگر آدے تم پر عذاب اللہ تعالیٰ کا یا
آدے تم پر قیامت، کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور
کو پکارو گے۔ بناؤ اگر تم سچے ہو، بلکہ اسی کو
پکارو گے، پھر وہ دُور کرنے کا اس مصیبت کو
جس کے لیے تم اس کو پکارو گے۔ اگر اس کی
رضی ہوئی اور تم قبول جاؤ گے جو تم شرک کرتے ہو۔

(۲) فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِكِ دَعَوْا
اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا
خَجَلُوا إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ هـ

پھر جب سوار ہوئے کشتی میں پکارنے لگے اللہ تعالیٰ
کو خالص اسی پر رکھ کر اعتقاد پھر جب بچا لیا
ان کو زمین کی طرف، اسی وقت لگے شرک
کرنے۔ (پ، عنکبوت، ج)

حضرت عکرمہ بن ابی جہل فتح مکہ کے موقع پر اس خوف کے مارے کہ کہیں میں
اپنی اسلام دشمنی کی پاداش میں قتل نہ کر دیا جاؤں، بھاگ کر سمندر میں ایک کشتی پر سوار
ہو گئے۔ جب کشتی بھنور میں موجوں کے تھپیڑوں سے دوچار ہوئی تو ملاجوں نے کہا
”اخلصوا فإن الہتکم لا تخلصن عنکم شیئاً ہمتاً“ (خالص اللہ تعالیٰ
کی ذات پر یقین کرتے ہوئے اسی کو پکارو کیونکہ تمہارے دوسرے الہ اس موقع پر
کسی کام نہیں آسکتے۔)

حضرت عکرمہ نے کہا: اگر سمندر میں وہ کام نہیں آسکتے تو خشکی پر اللہ تعالیٰ
کے سوا کون کام آسکتا ہے؟ پھر عرض کیا کہ اے اللہ میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر تُو نے مجھے
اس مشکل سے نجات دی تو میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک
پر بیعت کر لوں گا کیونکہ یہی سبق تو ہمیں وہ بتلاتے ہیں جس سے ہم بھگے بھاگے
پھرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی اور انہوں نے اپنا وعدہ پورا کیا اور
مسلمان ہو گئے۔ (نسائی ۲ ص ۱۵۲ والبدایہ والنہایہ ۴ ص ۲۹۸ والصارم المسلول ص ۱۹)
حضرات یہ مشرکین کا وہی گروہ تھا جو خشکی پر یا ابراہیم اغثنی اور اعلیٰ ہیل
اور یاعزہی وغیرہ کہا کرتے تھے۔ مگر موجوں کے تھپیڑوں میں وہ سب کچھ فراموش
کر کے صرف ذات باری تعالیٰ پر اعتماد کیا کرتے تھے اور صرف اسی کو پکارا کرتے
تھے اور ہر باحیا مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے۔

خدا سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو اے اکبر
یہی وہ درجہ ہے کہ ذلت نہیں سوائے کعبہ

حضرت حصینؓ فرماتے ہیں کہ میں اسلام لانے سے قبل ایک مرتبہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے سوال کیا۔ حصینؓ!
میں نے کہا جی۔ فرمایا، کتنے انہوں کی تم روزانہ عبادت کرتے ہو؟
میں نے کہا۔ حضرت سات کی۔ ایک آسمان پر ہے اور باقی چھ زمین پر۔
آپ نے فرمایا:-

فَاتَّهَمُوا تَعْدُلُ غَيْبَتِكَ وَرَهْبَتِكَ
قَالَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ

ان میں خوف اور رجا، امید و بیم کے لیے تم
کس الہ کو کام کا سمجھتے ہو؟ حضرت حصینؓ نے کہا
وہ تو وہی ہے جو آسمانوں میں ہے۔
(ترمذی ۲ ص ۱۸۶ مشکوٰۃ ص ۲۱۴)
آپ نے فرمایا۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میں تمہیں دو کلمے سکھا دوں۔
چنانچہ مسلمان ہونے کے بعد وہ دو کلمے انہوں نے سیکھ لیے۔ (رواہ احمد
والنسائی یا سناد صمیم ہامش اغاثہ ص ۱۵۷)

ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین اگرچہ بعض حالات میں
غیروں کو سفارشی مان کر پکارا کرتے تھے۔ لیکن جب انتہائی مصیبت کا شکار ہوتے
اور دریا کی موجوں میں مبتلا ہوتے تھے تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے اور تمام
ما فوق الاسباب سفارشی بھول جاتے تھے لیکن جب خشکی پر قدم دھرتے تو وہی شرک
شروع کر دیتے تھے۔ یعنی غیر اللہ کو متصرف مان کر پکارنا۔ یہ تو قرآنی مشرک تھے۔ لیکن
آج کلمہ گو کیا کہا کرتے ہیں اُٹا ہی ہوگا:

”یا بہاء الحق بطرادھک!“
”یارھویں والیا نیکیاں تے مدد!“

اور پشتوں میں کہتے ہیں:-

یابیرا بابارا اُور سیگا
لویاخواناں دا اُور سیگا
اور یہ بھی آخر اُٹا ہی ہوگا۔

بگردابِ بلا اُفت و کشتی مدد کن! یا معین الدین چشتی

امداد کن امداد کن، از بندِ غم آزاد کن،

در دین و دنیا شاد کن، یا شیخ عبدالقادر!

اور ایک غالی مشرک نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ

خدا سے میں نہ مانگوں گا کبھی فردوسِ اعلیٰ کو

مجھے کافی ہے یہ تربت معین الدین چشتی کی

گویا آجکل کے کلمہ گو مشرکین مکہ و عرب کو بھی چند قدم پیچھے چھوڑ کر ان پر بھی بقوت

لے گئے ہیں۔ وہاں تو مشرکوں کو بھی یقین تھا کہ شفا صرف خدا تعالیٰ ہی دیتا ہے چنانچہ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب نبوت کا دعویٰ فرمایا تو خدا نامی ایک کافر

نے کہا کہ میں جا کر اس مجنون پر (مراد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، العیاذ باللہ

تعالیٰ) جھاڑ پھونک کرتا ہوں۔ لعل اللہ یشفیہ علی یدی (مسلم ۱/۲۸۵ و مشکوٰۃ ۲/۵۳۵)

ملاحظہ) شاید کہ خدا تعالیٰ اس کو میرے ہاتھ پر شفا دے۔

خدا و توجہ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شکار کرنے گیا تھا۔ مگر خود

شکار ہو گیا اور مسلمان ہو کر لوٹا۔ مگر افسوس کہ آج کلمہ پڑھنے والے بھی غیر اللہ سے شفا وغیرہ

کی امیدیں رکھتے ہیں۔ یاد ہے کہ علاج وغیرہ کرنا اور حکیم اور ڈاکٹر کی طرف بیماری میں رجوع

شُرک نہیں، جائز اور صحیح ہے بلکہ توکل کے خلاف بھی نہیں، اس لیے آپ خلطِ بحث

سے بچیں۔

رسالہ ”دل کا سرور“ میں اس کی پوری تشریح کر دی گئی ہے، وہاں اس مسئلہ کی سیر

حاصل بحث ملاحظہ کریں :-

باب نواز دہم

قرآن کریم میں جگہ جگہ مِنْ دُونِ اللہ کا جملہ آتا ہے۔ اس سے بعض لوگوں کو یہ

غلط فہمی ہوئی ہے کہ مشرکین عرب اللہ تعالیٰ کو بالکل چھوڑ کر نَسِیًا مَنَسِیًا (مُجْهُولًا بِلِلہ)

سمجھ کر غیروں کو پکارتے تھے یا ان کے نام پر نذر دیتے یا استعانت وغیرہ کرتے تھے،

اس لیے وہ مشرک تھے۔ لیکن یہ ان کی صریح غلطی ہے۔ قرآن کریم و حدیث سے صاف

طور پر اس کا بیان گزر چکا ہے کہ مشرکین بنڈگانِ خدا کو محض سفارشی سمجھتے تھے اور خدا تعالیٰ

تک پہنچنے کا ذریعہ ان کو بناتے تھے، کیونکہ تصدیق کے ساتھ پہلے یہ گزر چکا ہے کہ مشرکین

انتہائی مصیبت میں خدا تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے۔

اختصاراً دُونِ کا معنی قرآن کریم، حدیث، اشعار عرب اور لغت سے

مے عرض کیا جاتا ہے کہ دُونِ کا معنی ”دور“، ”پہچے“ اور ”سامنے“ کے بھی آتے ہیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے بھاگ کر مدین پہنچے تو وہاں ایک کنوین

پر تشریف لے گئے اور وہاں :-

وَوَجَدَ مِنْ دُونِهِ اُمَّرَاتَيْنِ پائا ان سے دو عورتوں کو کہ روکے

تَذُوْدَانِ ط (پٹ۔ قصص، ص ۷۷) کھڑی تھیں اپنی بچیاں۔

یہاں دُونِ کا معنی ”غیر کے“ نہیں ورنہ معنی یہ ہو گا کہ وہاں لوگ نہ تھے۔ یہ دو بیویاں

ہی تھیں۔ اور یہ قرآن کریم کے مطلب کے خلاف ہے بلکہ دُؤن کا معنی درے کے ہے۔
اسی طرح :-

(۲) فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا
(رپٹ، مریم، ۱۷)
سو حضرت مریم نے گھر والوں کے درے
(غسل کے لیے) پردہ بنایا۔

نیز ایک مقام پر ہے کہ :-
(۳) لَمْ يَجْعَلْ لَهُمُ اللَّهُ مِنْ دُونِهَا
سِتْرًا۔ (رپٹ، کہف، ۱۷)
ہم نے ان لوگوں کے لیے سورج کے درے
کوئی پردہ اور آڑ نہ بنائی تھی۔

وعلى هذا القياس اس جگہ میں کہ :-
(۴) وَجَدْنَا مِنْ دُونِهَا قَوْمًا ط
(رپٹ، کہف، ۱۷)
ذوالقرنین نے ان دو پہاڑوں کے درے
ایک قوم پائی۔

وغیرہ آیات میں لفظ دُؤن کا معنی اورے اور سامنے کے ہیں جیسا کہ عیاں ہے۔
(۵) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے اور واپس
ہوئے تو آپ نے براق کا حلیہ یوں بیان فرمایا :- دُؤن البعل و فوق الحمار یعنی اس
کا قد خچر سے نیچے اور گدھے سے اوپر تھا۔ (بخاری ۵۴۸۸ مسلم ۱۷۱)
اس حدیث میں دُؤن کا مقابل فوق سے کیا گیا ہے یعنی نیچے اوپر۔
(۶) ایک شاعر کہتا ہے :-

عَجِبْتُ لِمُسْأَلِهَا وَإِنِّي تَخَلَّصْتُ

إِلَى وَبَابِ السَّجْنِ دُونِي مَعْلُوقٌ (حماسہ)

یعنی میں نے تعجب کیا کہ مجھ پر رات کو چل کر میرے پاس کس طرح پہنچی حالانکہ
میرے درے اور سامنے جیل خانے کا دروازہ بند تھا۔

ایک اور شاعر کہتا ہے :-

(۷) مَلِكْتُ بِمَا كَفَى قَانِهْرَتِ قَفْقَهَا

يَبْئِي قَانَهُ مِنْ دُونِهَا مَا وَرَدَهَا (حماسہ)

یعنی میں نے نیزہ مضبوط طور پر ہاتھ میں پکڑ کر زخم خوب کشادہ کیا۔ اس زخم سے درے
کھڑے ہونے والے کو پار کی چیزیں نظر آ سکتی ہیں۔
ان دو شعروں میں دُؤن کا معنی درے اور سامنے کے ہے۔

(۸) اور صراح ۵۲ میں دُؤن کا معنی یہ لکھا ہے، فرد، جزو نقیض فوق الغرض دُؤن
کے اس معنی کو اور مشرکین کے ذاتِ باری تعالیٰ کے خالق، مالک، مدبر اور ہر چیز کا اختیاء
رکھنے والا کے عقیدہ کو سامنے رکھ کر دُؤن اللہ کا یہی معنی ہو گا کہ وہ خدا تعالیٰ کو مانتے ہوئے
اس کے نیچے، اس کے سامنے اور اس کے درے دوسروں کو مافوق الاسباب طور پر
پکارا کرتے تھے اور ان کے ناموں کی نذر و منت دیا کرتے تھے تاکہ وہ راضی ہو کر خدا تعالیٰ
سے ان کے کام کرا دیں اور یہی ان کا شرک تھا۔ لیکن آج کلمہ پڑھنے والوں میں بھی اس کی
کوئی کمی نہیں ہے۔

حضرات! آپ دلائل بالاسے بخوبی سمجھ چکے ہوں گے کہ مشرکین عرب کا شرک کیا تھا؟
اگر آج بھی کوئی شخص غیر اللہ کو مافوق الاسباب طریق پر پکارتے دیکر وہ سامنے نہ ہو بلکہ قریب
کی دنیا ہی میں موجود نہ ہو تو ایسا کہنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہر مسلمان کو بچائے۔
امین یارب العالمین۔ اور شرک کی اس واضح اور یقینی شقی میں عوام کا لانعام تو مبتلا ہیں
ہی مگر ان کے خواص بھی ان کو یہ سبق پڑھاتے ہیں اور اسی باطل نظریہ کے تحت وہ غیر اللہ کو مدد
کے لیے پکارتے ہیں چنانچہ خالص صاحب بدیوی لکھتے ہیں :-

بیشک اُنھیں مدد کے واسطے۔ یا رسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا (حداائق بخشش حصہ دوم)

اس لیے ہر نصف مزاج اور طالب آخرت کا یہ فریضہ ہے کہ وہ شرک جیسی قبیح ترین بُرائی کے
مثبت اور منفی پہلو پر گہری نگاہ ڈالے اور صرف سطحی قسم کے ذہن سے ہرگز کام نہ لے اس لیے
کہ شرک جرائم کی مد میں وہ سنگین جرم ہے جس کے مٹانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بے شمار عسکرات
انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوت فرمایا اور اس سلسلہ میں انہوں نے اپنی اپنی قوم کی
طرف سے بے پناہ صعوبتیں اٹھائیں یہ بات اس لیے بھی قابل توجہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ

ہم معاذ اللہ تعالیٰ دوسروں کو مشرک سمجھتے رہیں اور کلمہ بھی اسلام کا پڑھتے رہیں اور ساتھ ہی ساتھ مشرک کے دلدل میں بھی مبتلا رہیں جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے ۔
نہیں ہے دھڑکتے کیا بندہ حرص و ہوس ہونا قیامت ہے مگر اوروں کو سمجھا دھڑکتے زبان سے مگر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل بنایا ہے بُت پندار کو اپنا خدا تو نے غرض کہ جتنی تردید قرآن کریم اور حدیث شریف میں مشرک کی ہوتی وہ اور کسی گناہ کی نہیں ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ نصوص قطعیہ سے مشرک کے لیے خلود فی النار کا اٹل حکم وارد ہوا ہے اور اس کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے جنت حرام ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو مشرک سے اور اس کی تمام اقسام سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین ۔

الطی گنگا قارئین کرام نے بخوبی ملاحظہ کر لیا کہ توحید کے اثبات اور مشرک کی تردید میں کیسی صاف واضح اور قطعی آیات موجود ہیں لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ فریق مخالف کی منطق ہی نرالی ہے بجائے اس کے کہ وہ ان صریح اور قطعی آیات کی مخالفت کی وجہ سے خود کو امت مسلمہ سے خارج تصور کرے اور اپنی نجات کی فکر کرے اٹل محض ایک فرعی مسئلہ کی وجہ سے وہابیہ کو امت سے خارج کرتا دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ اس فریق کے وکیل مولوی محمد عمر صاحب (المتوفی ۱۳۹۹ھ) غنیۃ الطالبین ص ۳۸ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک مرفوع روایت نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے مونچھیں منڈوائیں ہم سے نہیں ہے الخ اس کو نقل کر کے جوش میں آکر لکھتے ہیں۔ اب تم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچو کہ تمام فرقہ وہابیہ عواماً مونچھیں منڈواتے ہیں کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں داخل ہیں یا خارج؟ اھ (مقیاس الحنفیت ج ۱ طبع جہاد) الجواب سخت حیرت کی بات ہے کہ نصوص قطعیہ احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع امت سے ثابت شدہ عقائد کی خلاف ورزی تو ان کو امت سے خارج نہیں کرتی مگر فرعی مسئلہ فرقہ وہابیہ کو بقول ان کے امت سے خارج کر رہا ہے ۔

بریں عقل و دانش بیاد گر گیت

مگر جس روایت کی بنا پر انہوں نے مذکورہ بالا نتیجہ اخذ کیا ہے وہ ان کو سود مند نہیں ہے اولاً تو اس لیے کہ غنیۃ الطالبین میں جعلی حدیثوں اور کمزور مسائل کی بھرمار ہے تاقدیر بحال علامہ ذہبیؒ نے اس کی تصریح کی ہے (ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۲۱) اور اس حدیث کا کسی صحیح سند سے ثبوت نہیں تو ایسی بے ثبوت روایت کی وجہ سے وہابیہ کو امت سے نکلانے کا کیا معنی؟ ثانیاً صحیح سنہ وغیرہ کی صریح اور صحیح روایات میں اخبار الشارب و منچھوں کے بالکل صاف کھٹنے اور منڈوانے کی تصریح ہے وہابیہ انکو کہاں لے جائیں؟ ثالثاً وکیل الحنفیہ حضرت امام احمد بن محمد الطحاوی الحنفی (المتوفی ۳۲۰ھ) حضرت ابوسعید الخدریؓ حضرت ابواسیدہ حضرت رافع بن خدیجؓ حضرت سل بن جعدؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں لکھتے ہیں یحییٰ بن شواربہم (طحاوی ج ۲ ص ۲۶) کہ یہ سب حضرات مونچھیں بالکل صاف کرتے اور منڈواتے تھے ان حضرات کے بارے میں کیا فیصلہ صادر ہوگا؟ کیا یہ ملت اور امت میں شامل ہیں یا خارج؟ معاذ اللہ تعالیٰ و رب العالمین! طحاویؒ پانچ سندوں کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ وہ مونچھوں کو بالکل صاف کیا کرتے تھے چنانچہ ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں ابن عمرؓ یحییٰ شاربہ کا تہہ ینتفہ کہ حضرت ابن عمرؓ مونچھوں کو ایسا صاف کرتے تھے کہ گویا وہ انکو چھنے لکھتے ہیں اور ایک روایت میں آتا ہے کان یحییٰ حتی ان المجدلیدی کہ وہ مونچھوں کو صاف کرتے کہ چھڑا بالکل نظر آتا تھا (طحاوی ج ۲ ص ۲۶) اگر غنیۃ الطالبین میں ان سے نقل کردہ روایت صحیح ہوتی تو وہ ہرگز اس کی مخالفت نہ کرتے و خاتم مولوی محمد عمر صاحب حنفی ہونے کا بے جا دعوے کرتے ہیں اور اس نظریہ سے انہوں نے مقیاس الحنفیت لکھی ہے مگر ان پر جہالت کا اتنا غلبہ ہے کہ مونچھوں کے بارے میں ان کو حضرت امام عظیم ابوحنیفہؒ کا مسک بھی معلوم نہیں علامہ بدر الدین العینی الحنفیؒ (المتوفی ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ :-

و ذکر الطحاوی ان خلق الشارب السنۃ
عند ابی حنیفۃ لقولہ علیہ السلام
احقوا الشارب الخ
(شرح العینی علی الكنز ص ۸۱)

امام طحاویؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مونچھوں کا منڈوانا ہی سنت ہے کیونکہ انحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مونچھیں منڈواؤ۔

حضرت امام طحاویؒ اپنی بے نظیر کتاب شرح معانی الآثار میں اس عنوان سے باب قائم کرتے ہیں باب خلق الشارب یعنی وہ باب جس میں مونچھیں منڈوانے کا ذکر ہے پھر آگے اپنی عادت کے مطابق علمی بحث کرتے ہوئے نقلی اور عقلی دلائل سے مونچھوں کے منڈوانے کو ترجیح دیتے ہوئے فیصلہ یہ دسج کرتے ہیں :-

حکمہ الشارب قصہ حسن واحفادہ
احسن وافضل وهذا مذهب ابی
حنیفۃ وابی یوسف ومحمد
ابو یوسف اور امام محمد کا یہی مذہب ہے

اب مولوی محمد عمر صاحب ہی یہ بتائیں کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرات صاحبینؒ مونچھیں منڈوانے کا مسلک اختیار کر کے امت میں ہے یا معاذ اللہ تعالیٰ امت سے خارج ہو گئے ہیں؟ بات بالکل صاف صاف ہو لگی لپٹی نہ ہو اہل حق کو امت سے خارج کرنے والے کاش کہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر خود اپنا انجام بھی دیکھ لیں شاید ایسے ہی موقع کے لیے کہا گیا ہے :-

شیشے کے گھر میں رہ کر پتھر میں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھتے

خاتمہ

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم فریق مخالف کے دلائل پر بھی سرسری نگاہ ڈالیں کہ مصیبت کے وقت متصرف جان کر غیر اللہ کو پکارنا وہ کس طرح جائز اور صحیح سمجھتے ہیں اور ان کے دلائل کیا ہیں؟

جہاں تک راقم الحروف کو معلوم ہے فریق مخالف فریق مخالف اور قرآن کریم قرآن کریم کی ایک بھی صریح آیت اس پر پیش نہیں کر سکتا کہ سلسلہ اسباب و مسببات سے بالاتر ہو کر مافوق الاسباب طریق پر مصیبت کے وقت حاجت روا اور متصرف سمجھ کر خدا تعالیٰ کے پیغمبروں اور بزرگوں کو پکارنا جائز ہے اور اس پر فلاں آیت موجود ہے۔ یعنی یہ کہ بزرگ اور پیغمبر کو سوں دور اپنی قبور میں آرام فرما ہے ہوں اور نظروں سے اوجھل ہوں اور ان کو پکارا جائے۔ اگرچہ ان کو مافوق الاسباب طور پر سفارشی ہی تسلیم کیا جائے اور صاف لفظ دعائے دعائے ہوں، ہیر پھیر نہ ہو۔ یہ نہ ہو کہ ماتحت الاسباب کی استعانت اور تعاون کی آیات پر پیش کی جائیں یا معجزات اور کرامات سے استدلال ہو کیونکہ یہ سب امور مفروضہ عنما ہیں ملاحظہ کیجئے راقم کی کتاب ”راہ ہدایت“ اگر ہے کسی میں مہمت تو بتلائے والی اللہ التناؤش من مکان کعبہ۔

بخلاف اس کے ہم قرآن کریم ہی سے بہت سی آیات پیش کر چکے ہیں کہ غیر اللہ کو مافوق الاسباب پکارنے والا سب سے بڑا گمراہ ہوتا ہے اور اس کا یہ فعل شرک بھی ہے

اس مقام پر زیادہ تفصیل تو نہیں کی جائے گی کیونکہ مقصد یہ ہے کہ
اور ازالۃ الشک میں اس کی پوری تشریح کر دی گئی ہے۔

4

”عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبارِ احاد سے استناد محض ہرزہ بانی“
(رہے)۔ (الفیوض المملکیہ ص ۱۵۲ و اخبار المصطفیٰ ص ۴ و التلخیص)

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا پاؤں ایک دفعہ سو گیا۔ کسی نے کہا کہ :-

ہیں تو حضرت ابن عمرؓ نے کہا یا محمدؐ اہ۔

نقاری ج ۲ ص ۴۱ و شرح شفاء للنفخاتی ص ۳ (۳۹۶)

جواب اول: یہ حدیث موقوف ہے، مرفوع نہیں اور پھر ہے بھی ضعیف۔
اس کی کوئی سند بھی جرح سے خالی نہیں۔ چنانچہ اس کی ایک سند میں البشبحہ نام راوی ہے۔

ابو احمد الحاکم فرماتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک ضعیف تھا۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں، اس سے احتجاج صحیح نہیں۔ (تہذیب ۹ ص ۲۵۹ و میزان ۳ ص ۱۲)

یہ مولوی محمد عمر صاحب ہی کا کمال ہے کہ انہیں لکھتے ہیں :-

(۲) یا حرف نذر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھنا الخ (مقیاس ص ۴۸۶)

جواب دوم :- یہ حدیث موقوف اور ضعیف ہونے کے ساتھ فریقِ مخالفت کو چندال مفید بھی نہیں۔ کیونکہ اس میں اذکار کا لفظ ہے ادع کا نہیں، اور عرفِ مذہب

کو حینہ ال مفید بھی نہیں۔ کیونکہ اس میں اذکر کا لفظ ہے ادع کا نہیں، اور صرف نذر

قریب اور بعید دونوں کے لیے متصل ہے۔ (شرح مائتہ عامل ص ۳۴) وغیرہ۔

اور اشتیاقاً عرف یا سے کسی کا ذکر کرنا جب کہ اس کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب اور متصرف فی الامور نہ سمجھے، صحیح ہے۔ اور اکثر حضرات صوفیاء کہ ائم اور بزرگان دین سے اس معنی میں یا رسول اللہ مروی ہے۔ چنانچہ فریق مخالف کے محقق اور مسلم عالم مولوی عبدالمصعب صاحب نے اس پر بادل اُل بخت کی ہے کہ سلف صالحین یا رسول اللہ وغیرہ کے الفاظ سے محض غلبہ اشتیاق مراد لیتے تھے نہ کہ حاضر و ناظر وغیرہ (ملاحظہ ہو انوار ساطعہ از ص ۲۲ تا ص ۲۹) یہ پورے مفصل حوالے پہلے بیان ہو چکے ہیں لیکن اگر کوئی شخص خان صاحب کی طرح یہ شق ہی متعین کرے کہ میں تو مدد کے لیے پکارتا ہوں تو البتہ ناجائز ہو گا۔

خان صاحب فرماتے ہیں:

بیٹھے، اٹھتے مدد کے واسطے یا رسول اللہ کہا، پھر تجھ کو کیا؟
(حدائق بخشش ۲ ص ۲)

اور اس کے ناجائز ہونے پر سابقہ آیات و دلائل ہی کافی ہیں۔

(۲) ایک روایت یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا پاؤں سو گیا اور انہوں نے یا محمد اہ کہا۔ (کتاب الاذکار وغیرہ)

جواب :- اس کی سند میں غیاث بن ابراہیم ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں، موقوف ہے۔ امام بیہقیؒ کہتے تھے، ثقہ نہ تھا۔ جوزجانیؒ کہتے ہیں کہ جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں، موقوف ہے۔ (میزان ۲ ص ۲۲۳)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک حدیث آتی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جنگل میں سفر کر رہا ہو اور تمہاری سواری کا جانور لٹھ سے نکل جائے تو اس کو یہ کہنا چاہیے۔

یا عباد اللہ اعینونی (وفی روایۃ) اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

یا عباد اللہ اٰخِصُّوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ فِي الْاَرْضِ اے اللہ کے بندو اس کو روکو

حاضر (وفی روایۃ عباداً) لیتے چنٹتے۔ کیونکہ وہاں کچھ ایسے لوگ حاضر ہوتے ہیں جو (مجمع الزوائد ۱۰ ص ۱۳۳ و ابن سنی ص ۱۶۲ و حسن حصین ص ۱۶۲ و کتاب الاذکار ص ۲۱)

جواب اول :- یہ روایت ایک سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کی سند میں معروف بن حسان ہے۔ علامہ بیہقیؒ لکھتے ہیں کہ ضعیف ہے (مجمع الزوائد ۱۰ ص ۱۳۳) امام ابن عدیؒ کہتے ہیں منکر الحدیث ہے (میزان ۳ ص ۱۸۳) امام ابو حاتمؒ کہتے تھے مجہول ہے۔ (لسان المیزان ۶ ص ۱)

دوسری سند حضرت عتبہ بن غزو ان تک پہنچتی ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ لیکن اس سند میں حسب تصریح علامہ بیہقیؒ رحمہ اللہ رجالہ وثقوا علی ضعف بعض راوی ضعیف اور کمزور ہیں اور دوسری خرابی یہ ہے کہ یزید بن علی راوی کی حضرت عتبہؓ سے ملاقات ثابت نہیں۔ اور نہ اس نے ان کو دیکھا ہے اور نہ ان کا زمانہ پایا ہے۔ لہذا یہ روایت حضرات محدثین کی اصطلاح میں منقطع ہے جو ضعیف ہوتی ہے۔ (مجمع الزوائد ۱۰ ص ۱۳۳)

جواب دوم :- اگر ضعیف ہونے کے ساتھ اس حدیث کے الفاظ طائرانہ نگاہ بھی ڈالی جائے تو معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں یہ لفظ بھی ہیں کہ وہاں کچھ خدا تعالیٰ کے بندے حاضر ہوتے ہیں۔ وہ کون ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے جنگلات میں ہتے ہیں۔ جب تم میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو، تو یہ کہا کرو یا عینوا عباد اللہ۔ (مجمع الزوائد ۱۰ ص ۱۳۲، وقال رجالہ ثقات)

تو اس روایت سے مافوق الاسباب مدد طلب کرنا ثابت نہ ہوا۔ بلکہ وہاں جو فرشتے موجود ہیں۔ ان سے مدد طلب کی گئی ہے۔

مولوی محمد عمر صاحب کا کمال دیکھیے وہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے صاف

ثابت ہو گیا کہ اولیاء اللہ کو متصرف فی الامور سمجھ کر حاجات کے لیے غائبانہ پکارنا جائز

ہے۔ (مقیاس ص ۴۸) سبحان اللہ تعالیٰ

(۴) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اگر جنگل میں کسی درندہ یا شیر کا خوف ہو تو اعدو بیدانیال علیہ

السلام کہا کہ وہ میں حضرت دانیال علیہم السلام کی پناہ چاہتا ہوں۔ (حیاء الحیوان جلد

اول ص ۱۰۱ و ابن سنی ص ۱۱۱)

جواب :- حدیث موقوف ہونے کے ساتھ ضعیف بھی ہے۔

کیونکہ اس میں متعدد راوی ضعیف اور کمزور ہیں جو ساقط الاعتبار ہیں

پہلا راوی عبد العزیز بن عمران ہے۔ امام بخاریؒ، ابن معینؒ، نسائیؒ، ابن حبانؒ،

ابو حاتمؒ، البوزعمیؒ، ترمذیؒ، دارقطنیؒ اور عمر بن شبرؒ سب اس کی تضعیف کرتے ہیں۔ (تہذیب ص ۱۰۱)

دوسرا راوی ابن ابی حبیب ہے جس کا نام ابراہیم بن اسمعیل ہے۔

امام بخاریؒ اس کو صاحب مناکیر کہتے ہیں۔ امام نسائیؒ، دارقطنیؒ، ابن معینؒ، ابو حاتمؒ،

ابو احمد الحاکمؒ، عقیلیؒ، ترمذیؒ، ابن حبانؒ اس کی تضعیف کرتے ہیں۔ (میزان ص ۱۰۱ و تہذیب ص ۱۰۱)

تیسرا راوی داؤد بن حصین ہے۔ امام ابن عیینہؒ، البوزعمیؒ، ابو حاتمؒ، جوزقانیؒ سعد بن

ابراہیمؒ مطلقاً اس کی تضعیف کرتے ہیں۔ اور امام ابن بدینؒ، البوداؤدؒ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے

ہیں کہ اس کی وہ حدیث جو عکرمہ سے ہو، وہ حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ (میزان ص ۱۰۱)

و تہذیب ص ۱۰۱ اور یہ روایت بھی عکرمہ سے ہے۔ لہذا یہ بالاتفاق ضعیف ٹھہری۔

(۵) ایک روایت یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضرت بلالؓ بن الحارث المزنی نے قحطالی

میں یا محمدؐ کہا تھا۔ (کامل ابن عدی)

جواب :- کامل ابن عدی چوتھے درجے کی کتابوں میں ہے اور اس طبقہ کے بارے میں حنفی

محدثین کرامؒ کا فیصلہ یہ ہے کہ "اس احادیث قابل اعتمادیت نہ کہ درعقیدہ یا عملے ہائے نامک

کردہ شود۔ (عبد اللہ نافذ ص ۱) ہاں اگر اصول حدیث کے رُوسے اس طبقہ کی کوئی حدیث

سنداً صحیح ثابت ہو تو اس کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں یہ الفاظ انہوں نے

آپ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر کہتے تھے (تسکین الصدور طبع دوم ملاحظہ فرمائیں) لہذا یہ غائبانہ

پکار کی مدد نہیں ہے۔

(۶) ایک یہ بات بھی پیش کی جاتی ہے کہ عبد الرحمن مسعودی کی ٹوپی میں محمدؐ

منصوب لکھا ہوا تھا۔ (تہذیب ص ۱۰۱)

جواب :- حضرات محدثین کرامؒ تو ان کی روایت کو ضعیف سمجھتے ہیں، ان کا فعل کیلئے

حجت ہو سکتا ہے؟ علامہ زبیدیؒ حنفی لکھتے ہیں۔ ضعیف (زبیدی ص ۱۳۳)، اور یہ اتنے مجرب

اور بے خبر ہو گئے تھے کہ چوہنٹیاں ان کے کان میں داخل ہو جاتی تھیں۔ (میزان ص ۱۰۱) نیز

یہ روایت مخالفین کو مضید بھی نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

(۷) ایک حدیث یہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

معراج پر تشریف لے گئے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ پر اللہ تعالیٰ سے بار بار اپیل

کرنے سے پچاس نمازوں کی بجائے صرف پانچ نمازیں رہ گئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ

مرفے زندوں کے کام آسکتے ہیں اور ان کی مدد کر سکتے ہیں۔ لہذا اگر مصیبت کے وقت

ان کو پکارا جائے تو کیا عرج ہے؟ (ملاحظہ ہو جہا الحق ص ۱۹ وغیرہ)۔

جواب :- سند کے لحاظ سے اگرچہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن اس سے غائبانہ امداد

طلب کرنے کا جواز ثابت کرنا بالکل باطل اور حدیث کی تحریف ہے۔ کیونکہ نہ تو آنحضرت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غائبانہ پکارا اور نہ ہی ان سے مدد طلب

کی بلکہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ

میں بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں۔ آپ کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکتی، آپ اپنے

رب کے ہاں تخفیف کا مطالبہ کریں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام

کے مشورہ پر عمل کیا اور خود جناب باری سے تخفیف کا مطالبہ کیا۔ نہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام

سمو غائبانہ پکارا اور نہ ان کو بطور سفارش پیش کیا گیا۔ بلکہ جب ان سے ملاقات ہوئی تو ان

سے سابقہ تجربہ کی بنا پر ان کے بتلائے ہوئے مشورہ پر عمل کیا۔ آج بھی اگر کسی شخص کی

خواب یا بیداری میں کسی مردہ سے ملاقات ہو جائے اور وہ کسی دینی یا دنیوی امر میں مشورے تو وہ قبول کیا جاسکتا ہے اور ہم اس کو شرک نہیں کہتے۔ الغرض اس حدیث سے جو چیزیں ثابت ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی مردہ سے بیداری یا خواب میں ملاقات ہو جائے اور بالمشافہ آپس میں گفتگو ہو تو مردہ جو مشورے اس پر عمل کرنا شرک نہیں۔ اور جو چیز اس حدیث سے فریق مخالف ثابت کرتا ہے کہ مردہ کو غائبانہ دیا اس کو حاضر ناظر جان کر مصیبت کے وقت پکارا جاسکتا ہے یا غائبانہ اس کو بطور سفارش پیش کیا جاسکتا ہے تو اس چیز کا ثبوت اس حدیث سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور اگر واقعی اس حدیث سے ایسا ثبوت ہوتا تو حضرات صحابہ کرامؓ اور سلف صالحینؓ ضرور مصیبت کے وقت غائبانہ امداد طلب کرنے پر اس حدیث کو دلیل پیش کرتے اور قرآن کریم میں مافوق السبب طریق پر پکارنا ناجائز نہ ہوتا کیونکہ محال ہے کہ دو متضاد حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طرف سے پیش کیے جائیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ مصیبت کے وقت غائب کو پکارنے کا ثبوت اس حدیث سے قطعاً نہیں ہو سکتا بلکہ ایسا معنی مراد لینا اس حدیث کی صریح تحریف ہے۔

(۸) ایک روایت یہ پیش کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ساریہؓ بمعہ فوج کے منادند کے مقام پر دشمنوں کے ساتھ برسر پیکار تھے کہ دشمن نے عجب سے حملہ کرنے کی کوشش کی حضرت عمرؓ نے مسجد نبویؐ کے منبر پر یہ ارشاد فرمایا: یا ساریہ الجلیل الجلیل! یعنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف دیکھو اور دشمن سے بچو۔ چنانچہ انہوں نے آواز سن لی اور جان بچالی۔ معلوم ہوا کہ غائب بھی مدد کر سکتا ہے۔

جواب اول: یہ روایت بیہقیؒ، البیہقیؒ اور خطیبؒ وغیرہ نے اپنی کتابوں میں لکھی ہے (السیدۃ المحدثہ ص ۴۷) البیہقیؒ اور خطیبؒ کی کتابیں طبقہ رابعہ سے ہیں (عجالتاً) اور ہم طبقہ رابعہ کے بارے میں حضرات محدثین کرامؓ کا نظریہ پہلے بیان کر چکے ہیں اور امام بیہقیؒ کی کتابیں طبقہ ثالثہ میں ہیں (عجالتاً ص ۷) اور اس طبقہ کا حکم یہ ہے: "اکثر اکل احادیث معمول بنزدہ و فقہانہ شدہ اند بلکہ اجماع بر خلاف انما منعہ گشتہ"

(عجالتاً ص ۷) لہذا قرآن کریم کی سابقہ آیات صحت اور عقیدہ میں اس کو پیش نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ یہ حدیث صحیح بھی ہو اور ظن غالب بھی یہی ہے کہ یہ مندرجہ صحت ہے مگر بحث باب عقائد کی ہے۔

جواب دوم: اس سے فریق مخالف کا استدلال صحیح نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بطور کرامت حضرت عمرؓ کے سامنے منادند کا معرکہ پیش کر دیا تھا اور انہوں نے آواز دی تو اللہ تعالیٰ نے وہ آواز وہاں پہنچا دی۔ آج بھی اگر کسی غائب کو کسی کی حالت ناگفتہ بہ کا کشف وغیرہ سے علم ہو جائے اور وہ آواز کرے اور اس کی آواز کو سن کر اگر کوئی اپنے بچاؤ کا از خود انتظام کرے تو صحیح ہے۔ لیکن جو لوگ بزرگوں کو پکارتے ہیں ان کو کسی غائب کی طرف سے کبھی آواز نہیں سنائی دی گئی اور نہ ہی خطرے کا الارم ہوا ہے تو اس کرامت پر دیگر واقعات کو قیاس کرنا باطل ہے۔ علاوہ ازیں حضرت عمرؓ بھی زندہ تھے اور حضرت ساریہؓ بھی۔ اس لیے اس سے زندہ کا غائب مردہ سے استعانت کرنا قیاس مع الفارق ہے پھر حضرت ساریہؓ کو آواز سننے سے قبل یہ وہم بھی نہ ہوا ہو گا کہ میں نے حضرت عمرؓ سے استعانت کرنی ہے اور یہ بھی نہ مجھو لیے کہ اگر حضرت عمرؓ کو ماکان و مایکون کا علم ہوتا اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیارات دیے گئے ہوتے تو بالورود مجوسی سے اپنی اور دیگر حضرات صحابہ کرامؓ (جو تقریباً ایک درجن تھے) کی جان بھی کیوں نہ بچا لیتے؟ جو اس واقعہ کے بعد کا اور شہادت پہلے کا حادثہ ہے۔

جواب سوم: اس روایت سے مددینے والے کا غائبانہ پکارنا ثابت ہو گا نہ کہ مدد طلب کرنے والے کا پکارنا۔ اور دونوں میں بڑا فرق ہے۔ علاوہ بریں کیا بعید ہے کہ جلیلہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بیت المقدس اور نجاشی کا جنازہ سامنے پیش کر کے حاضر کر دیا تھا، اسی طرح حضرت عمرؓ کے لیے بھی منادند کا واقعہ پیش کر دیا ہو۔

بلکہ حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کا علم حضرت عمرؓ کو خواب کے ذریعے ہوا تھا اور انہوں نے یہ الفاظ کہتے وقت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر موجود رہتا ہے شاید وہ شکر بھی یہی بات ساریہؓ تک پہنچا دے چنانچہ اس شکر نے یہ کلمات ان کو پہنچا دیے۔ (البدایہ والنہایہ، ص ۱۳)

اس صورت میں غائب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
ربا کنت سمعہ الذی یسمع بی وغیرہ احادیث سے خدا تعالیٰ اور بندوں کے
فعل کا اتحاد ثابت کرنا تو راقم نے اپنے رسالہ "دل کا سرور" میں نہایت شرح اور ربط سے
اس پر کلام کیا ہے۔ وہاں ہی دیکھ لیا جائے۔

الحاصل مافوق الاسباب طریق پر مصیبت کے وقت پکارنے پر کوئی نص قطعی اور
حدیث صحیح اور صریح موجود نہیں ہے بخلاف اس کے ممانعت پر دلائل اور پھر ان کا انبار
موجود ہے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ بیشتر سلسلۃ الضعف سے استعانت، اور استغاثہ از
غیر اللہ ثابت ہو رہا ہے اور وہ بھی قرآن کریم کے مقابلہ میں۔ فوا اسف!۔
حضرات! اسی قسم کی روایات اور بھی غائبین سے استعانت اور استمداد کی پیشکش
کی جاتی ہیں۔ مگر ان کی طرف چنداں توجہ کی ضرورت نہیں۔

بعض حضرات صوفیائے کرام سے اور بزرگوں سے
فریق مخالف اور بزرگان دین اس قسم کی گول مول عبارتیں نقل و نقل ہوتی آ رہی ہیں
کہ غیر اللہ سے اور خصوصاً بزرگان دین سے مدد طلب کی جاسکتی ہے اور مصائب کے وقت
ان کو پکارا جاسکتا ہے۔

لیکن افسوس! کہ فریق مخالف نے کبھی سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی، اور نہ ہی
عوام الناس کو سمجھنے دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب کسی مسئلہ پر قرآن اور حدیث
سے روشنی نہ پڑتی ہو۔ تو ایسے مسائل میں کہہ سکتے ہیں کہ حق ظنی کرتے ہوئے بزرگوں کی بات
مان لو۔ لیکن جس مسئلہ پر قرآن کریم نے دلائل کا انبار لگا دیا ہو اور احادیث نبوی علی صلابا
الف الف سلام نے براہین کے دریا بہا دیے ہوں تو ان کے ہوتے ہوئے مغلوب الحال
صوفیوں اور مولویوں کی باتیں کیسے مانی جاسکتی ہیں؟

یہی کیا جائے گا کہ اگر ان میں مناسب تاویل ہو سکے تو تاویل کر دی جائیگی ورنہ

ان کی بات مردود ٹھہرائی جائے گی اور ان کا معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے گا۔
ایسی عبارات اور اقوال کے سلسلہ میں خود خان صاحب بریلوی کا ارشاد کافی ہے۔
وہ عرسوں میں قوالوں کے ڈھول ساز بھی۔ بابے اور بانسری وغیرہ کے شرعاً ممنوع ہونے
پر بحث کرتے ہوئے بخاری شریف ص ۴۳ کی ایک حدیث شریف نقل کر کے اس
کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ضرور میری اُمت
میں وہ لوگ آنے والے ہیں جو حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرمگاہ یعنی زنا اور ریشمی
کپڑوں اور شراب اور باجول کو حدیث صحیح جلیل متصل الہ پھر آگے لکھتے ہیں کہ بعض
جہاں بدست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی باد بدست کہ احادیث
صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا متحمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں
انہیں اتنی عقل نہیں یا قصد اب عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف متعین کے
آگے متحمل محکم کے حضور متشابہ واجب ترک ہے پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل
پھر کجا محرم کجا مباح ہر طرح یہی واجب العمل اسی کو ترجیح مگر ہوس پرستی کا علاج کس
کے پاس ہے؟ کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے اقرار لاتے یہ ڈھٹائی اور بھی سخت
ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں اپنے لیے حرام کو حلال بنالیں (احکام شریعت
حصہ اول ص ۱۲ طبع برقی پریس مراد آباد) ہماری طرف سے خود جناب خان صاحب
اور ان کی ذہنیت کو ہر ایسے مقام پر یہی جواب کافی ہے جہاں وہ نصوص قطعیہ احادیث
صحیحہ و صریحہ اور حکمت کے مقابلہ میں قصے اور کہانیاں اور ضعیف حدیثیں اور بعض بزرگوں
کی محتمل اور مجمل عبارات اور غیر مستند اور بے سرو پا حوالے پیش کیا کرتے ہیں اور دلیل
محکمہ کو چھوڑ کر مباح کے چور دروازہ سے دین کی محفوظ عمارت میں داخل ہو کر اپنے
باطل عقائد اور بدعات کے جواز اور حق ہونے اور اہل حق کے الزام ٹالنے کے لیے
بے جا کوشش کیا کرتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ یہ عبارت ان کی ناکہ بندی کے لیے
کافی ہے۔ گفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِبٰا۔

جادو وہ ہے جو سر پر چڑھ کر بولے

مولوی محمد بشیر صاحب اور ان کے چچا مولوی امام الدین صاحب وغیرہ کو
نداء غیر اللہ اور استعانت از غیر اللہ پر بڑا اصرار ہے لیکن اس پر اللہ تعالیٰ
کے کلام اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث سے وہ کوئی
صحیح حدیث اور صریح دلیل پیش نہیں کر سکتے اور مولوی محمد بشیر صاحب کے والد ماجد
مولوی محمد شریف صاحب نے صاف طور پر یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ حالانکہ بجز خدا اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے کسی دوسرے کا قول ہم پر واجب نہیں۔ (انتہی العین ج ۲ ص ۲۸)
لہذا جو شخص اس مسئلہ پر قلم اٹھائے وہ استدلال صرف قرآن کریم اور صحیح حدیث پر بند
رکھے اس کے علاوہ دوسروں کے اقوال اور عبارات سے استدلال نقل کرنے میں اپنا
قیمتی وقت صرف نہ کرے۔

اس سے قبل کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور قاضی ثناء اللہ
صاحب پانی پتی کی بعض عبارات پر اس مضمون کو ختم کر دیا جائے، عوام الناس کی تفریح
کے لیے تین چیزیں پیش کی جاتی ہیں :-
(۱) عوام ایک حدیث بیان کیا کرتے ہیں :-

اذا تخیرتہ فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور
جب تم کو کاموں میں پریشانی لاحق ہو تو
صاحب قبور سے استعانت کرو۔
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ

اذا تخیرتہ فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور حدیث نسیت
باصحاب القبور حدیث نسیت
قول بنی زکریا ولہ معانی شقی منها
اذا تخیرتہ نظراً الى الدلائل المتعارضة
فی حل بعض الاشياء وحرمتها
اذا تخیرتہ فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور حدیث نسیت
اذا تخیرتہ فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور حدیث نسیت
اذا تخیرتہ فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور حدیث نسیت
اذا تخیرتہ فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور حدیث نسیت

فاشركوا اجتہادكم وتلقوا بمن
قدمات وهذا القول اشبه منقول
عن عبد اللہ بن مسعود وسفيان الثوري
ومنها انكم اذا تخیرتہ فی الامور
الدينوية وضاق بسبب ذلك
قلبك فانظروا الى اصحاب القبور
كيف تدركوا الدنيا واستقبلوا
الآخرة واعلموا انكم ايضاً
صائرون الى ماصدا وهذا العلو
يسهل عليكم صغائب الدنيا
وشدائدھا وبالجملة نص در
معنی استمداد نیست انتہی۔

رقاوی عزیزی جلد اول ص ۱۲۱

طبع مجتہبی دہلی

اشیاء کی قلت اور حرمت کے سلسلہ میں متعارض
دلائل کی طرف نظر کرتے ہوئے پریشان ہو جاؤ
تو اپنا اجتہاد ترک کر دو اور ان حضرات کی تقلید کرو
جو وفات پا گئے ہیں (اور قبور میں جا پہنچے
ہیں) اور یہ قول حضرت عبداللہ بن مسعود اور
حضرت سفیان ثوری کے منقول قول کے زیادہ
مشابہ ہے اور ایک معنی یہ ہے کہ جب تم دنیوی
امور میں پریشان ہو جاؤ اور اسکی وجہ سے تمارا دل تنگ
ہو جائے تو تم اصحاب قبور کو دیکھو کہ انہوں نے کس طرح دنیا
ترک کر دی اور آخرت کی طرف متوجہ ہو گئے اور تم بھی جان
لو کہ تمہارا بھی وہی (قبور) ٹھکانہ ہے جہاں وہ پہنچ چکے
ہیں اور اسکا علم تمہارے اوپر دنیا کی صورتوں اور شدائد کو
آسان کر دینا خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ قول استمداد (از اہل قبور)
میں نص نہیں ہے۔

حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نہ تو یہ حدیث ہے اور نہ
اس کا وہ معنی ہے جس کو قبر پرست مراد لیتے ہیں حضرت شاہ صاحب نے حضرت ابن حوزہ
کے جن قول کی طرف اشارہ کیا ہے وہ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۲ میں من كان مستناً فليستن
بمن قدمات الخ کے الفاظ سے بحوالہ زین منقول ہے۔

(۲) بہار شریعت ج ۱ ص ۱۰ اور جہاد الحق ص ۱۹ میں درمختار یہ عبارت درمختار علی
ہامش رد المحتار ج ۳ ص ۴۸ میں ہے) کی ایک عبارت نقل کی ہے جس کا ترجمہ مفتی احمد یار
صاحب یوں کرتے ہیں جس کسی کی کوئی چیز گم جاوے اور وہ چاہے کہ خدا وہ چیز واپس
کرے کسی اونچی جگہ پر قبلہ کو منہ کر کے کھڑا ہو اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب نبی علیہ السلام

کو دیر کرے پھر سیدی احمد بن علوان کو۔ پھر یہ دعا پڑھے اے میرے آقا اے احمد اے ابن علوان اگر آپ نے میری چیز نہ دی تو میں آپ کو دفتر اولیاء سے نکال لوں گا۔ پس خدا تعالیٰ اس کی گنجی ہوئی چیز ان کی برکت سے ملائے گا۔ اس دعا میں سید احمد علوان کو پکارا بھی ان سے گنجی ہوئی چیز بھی طلب کی اور یہ دعا کس نے بتائی خفیوں کے فقیہ عظیم صاحب درمختار نے۔

الجواب :- اس عبارت سے سید احمد بن علوان سے استعانت پر استدلال غلط ہے۔ کیونکہ اس عبارت کے اول میں قَدْ ارَادَ أَنْ يَشْرُقَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَخْرَجَ فَإِنَّ اللَّهَ يَرُدُّ مَنَالَتَهُ بَيْنَ كَيْدِهِ کے الفاظ صراحت کے ساتھ موجود ہیں یعنی جب کوئی شخص گمشدہ چیز کو طلب کرنے کا یہ ارادہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ وہ چیز اس کو واپس کرے تو وہ یہ دعا پڑھے جب پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ سید احمد بن علوان کی برکت سے وہ چیز اس کو لوٹائے گا اور اس عبارت میں اس کی بھی تصریح ہے کہ لوٹائے گا تو اللہ تعالیٰ ہاں اس میں سید احمد کی برکت اور طفیل و وسیلہ شامل ہے اور توسل کا مسئلہ ہی الگ ہے مفتی احمد یار خاں صاحب نے عربی کی عبارت میں إِنْ تَوَشَّعْتَ عَلَى حُدُودِنَا فِي جِهَالَتٍ يَخِيَانَتِ كَيْدِهِ سے مجہول کا صیغہ معروف کا بنا کر اپنا اُلُوسیدھا کرنے کی ناکام سعی کی ہے کیونکہ جب عبارت کے اول اور آخر میں حقیقتہً رو کرنے کا فاعل اللہ تعالیٰ موجود ہے تو پھر لوٹانے کی حقیقتہً نسبت سید احمد بن علوان کی طرف کیسی؟ معنی تو یہ ہے کہ اگر میری گمشدہ چیز مجھے واپس نہ لوٹائی گئی الود لوٹا بیگا کون وہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہے تو میں یہ سمجھوں گا کہ آپ کی ہی نہیں اور پھر آپ کا توسل اور برکت کس کام کی؟

اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ

”وہابی کیا شیطان بھی غائبانہ امداد کر سکتا ہے؟ محمد ضرور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ (مقیاس ص ۴۸۲)

الجواب :- مولوی صاحب کے نزدیک جب شیطان سے بھی غائبانہ استمداد کی جا سکتی ہے تو پھر حضرات اولیاء کرام کی کیا خصوصیت ہے؟ اور اس آیت میں غائبانہ استمداد

کا ثبوت کہاں ہے؟ اور شیاطین سے ایک شیطان سمجھ لینا کہاں کا انصاف ہے؟ (۳) رافضیوں نے ایک شعر بنایا تھا اور اس کو بعض سنی حضرات بھی بڑے جذبہ اور ثوق سے پڑھا کرتے ہیں بلکہ بعض مسجدوں اور گھروں کے دروازوں پر بھی لکھا ہوا ہوتا ہے

لِي خَمْسَةَ أَطْفَى بِهَلَاكَةِ الْوَبَاءِ الْخَاطِمَةِ

المصطفیٰ والمرتعى وابنتاهما وَالْفَاطِمَةُ

(میرے لیے پانچ ہیں، میں ان کی مدد سے توڑ دینے والی وبا کی گرمی بجھاتا ہوں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علی المرتضیٰ، ان کے دو بیٹے حضرت حسن اور حسینؑ اور حضرت فاطمہؑ (یعنی بقول شیخ جنتی پاک)

اگر اس شعر میں کہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا تو ہم اس کی تاویل کر سیتے کہ ان پانچ حضرات کو بطور توسل پیش کیا گیا ہے لیکن اس کا ذکر نہیں اور ظاہری الفاظ آپ سمجھتے ہی ہیں کہ کیسے ہیں؟

موجود کو بھی حق حاصل ہے کہ کہے :۔

لِي وَاحِدٌ أَطْفَى بِهَلَاكَةِ الْوَبَاءِ الْخَاطِمَةِ

اللَّهُ نَبِيُّ الْمَصِطَفَى وَأَصْحَابِهِ وَالْفَاطِمَةُ

(میرے لیے صرف ایک ہی ذات ہے جس کی مدد سے میں سخت وبا کی گرمی بجھاتا ہوں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے حضرات صحابہ کرامؓ اور حضرت فاطمہؑ کا رب ہے۔)

☆ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں ”پنابچہ بعضے وظیفہ یا بہاء الدین مشکل کشا در نشست و برخاست اشتغال داشتہ خود را از محبان حضرت تہجد الدین علیہ الرحمۃ شمرده اند و بعضے برائے کشائش رزق“ یا نظام الدین اولیاء رزی زکات و زکوٰۃ و غیرہ اند و اگر سے اختراع کردہ اند کہ انہ برائے ہر مہم و ردیا شیخ عبد القادر جیلانی شیخ اللہ کفایت می کند۔ خبر وار باید شد کہ اہل ہمہ افتراد بہتان است مثل این معنی اصل از

اہل طریقت مستقیمہ روایات نمی کنند از مردم ثقہ مردی نشدہ است
(البلاغ المبین ص ۹۳)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:-

"دریں کلام خدا تعالیٰ را شیخ گروانیدہ اند و حضرت شیخ را دہندہ و حقیقت بالعکس می

نماید (البلاغ المبین ص ۱۲۸)

نیز حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ:-

فاعلم ان طلب الحاجج من الموتی
عالمًا بانہ سبب لا نجاحھا عند
یجب الاحتراز عنہ تعددہ ہذہ
الکلمۃ والتاس الیوم فیہا منہم کون

جانتا چاہیئے کہ مردوں سے یہ جلتے ہوئے حاجتیں

طلب کرنا کہ وہ حاجات پورا ہونے کا غرض سبب

ہیں خالص کفر ہے اس سے احتراز کرنا واجب ہے

اور اس کو یہ کلمہ (شہادت) حرام قرار دیتے ہیں مگر لوگ

اس میں (بجرت) اس زمانہ میں مبتلا ہیں۔

بلفظہ (الخیر الکثیر ص ۱۵۰)

غور کیجئے کہ حضرت شاہ صاحب مردوں سے حاجات طلب کرنے کو (اگر وہ بھی

محض ان کو سبب سمجھ کر) کفر قرار دیتے ہیں ظاہر بات ہے کہ اگر کوئی غائبانہ مردوں سے

حاجت طلب کرے گا تو وہ ان کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب مانے گا اور پہلے باحوالہ گذر

چکا ہے کہ من قال ارواح المشیخ حاضرة فعلمو دیکھ لے گا کہ کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ

بزرگوں کی حاضری ان کی حاجات کے پورا ہونے کا سبب ہے، تو اس میں وہی حاضر و ناظر

وغیرہ کا مسئلہ شامل ہو جاتا ہے۔

۱۔ بعض حضرات نے جن میں حضرت مولانا سید سلیمان ندوی بھی شامل ہیں البلاغ المبین کو حضرت شاہ ولی اللہ
کی تالیف تسلیم نہیں کیا ہمارا کوئی مسئلہ اس پر موقوف نہیں ہے ان کی حجۃ اللہ البالغۃ اور بدرہ بازغ وغیرہ
کی عبارتیں اس سے بھی زیادہ واضح ہیں جو پہلے گزر چکی ہیں لیکن مولوی محمد عمر صاحب البلاغ المبین کو
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیف قرار دیتے ہیں (مقیاس الحقیقت ص ۵۶ طبع چہارم)

اور بہشتی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں کہ:-
طلب مراد من غیر اللہ مسئلہ، اگر کوئی کہے کہ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس بات
پر گواہ ہیں وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اولیاء معدوم کو پیدا کرنے یا موجود کو نابود کرنے پر قادر
نہیں ہیں۔ (یہ الگ بات ہے کہ مفتی احمد یار خاں صاحب کے شیخ صلاح الدین آسمان
کو زمین پر گرا اور تمام دنیا والوں کو ہلاک کر سکتے ہیں، دیکھیے جاد الحق ص ۱۸) پس پیدا کرنے
نابود کرنے، رزق پہنچانے، اولاد دینے، بلا دور کرنے، مرض سے شفا بخشنے وغیرہ کی نسبت
ان سے مدد طلب کرنا کفر ہے (ارشاد الطالبین ص ۲)

نیز وہ لکھتے ہیں کہ: "مسئلہ:- وہ جو بعض جاہل لوگ کہتے ہیں یا شیخ عبدالقادر
جیلانی شیخ اللہ یالیوں کہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیخ اللہ، یہ جانتے نہیں بلکہ شرک
اور کفر ہے" (ارشاد الطالبین ص ۱۲)

اب مفتی احمد یار خاں صاحب خود ہی اپنے اس قول کا کہ "اولیاء اللہ اور انبیائے
کرام سے مردمان گنا جائز ہے" (جاد الحق ص ۱۸۳) ان عبارات سے موازنہ کر لیں۔

اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ: "انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے استعانت
و ہابیہ کے نزدیک شرک ہے اور عتیدہ دیوبندیہ بھی یہی ہے اور احناف کے نزدیک
از روئے (تحریف) قرآن و حدیث استعانت جائز ہے، اب تم سوچو کہ کون ہو؟"
(بلغظ مقیاس ص ۴۶)

مولوی محمد عمر صاحب ہی کو خوف خدا اور انصاف کو پیش نظر رکھ کر قرآن
کریم صحیح احادیث اور عبارات بالائی روشنی میں سوچنا چاہیئے کہ وہ خود کون ہیں؟
کہیں ایسا نہ ہو کہ ع

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا
قارئین کرام:- اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ
غیر اللہ کو مافوق الاسباب طریق پر پکارنا شرک ہے۔ مافوق الاسباب کی اور مسئلہ توحید

صرف ایک اسلام

برادران اسلام سے مخفی نہیں ہے کہ اس پرفتن دور میں جو مذاہب دین سے اڑایا جاتا ہے شاید ہی کسی اور چیز سے اڑایا جاتا ہوگا۔ کہیں معجزہ اور کرامت کے استہزاء ہے تو کہیں نماز روزہ سے کہیں دھرمی کلمہ سحر اڑایا جاتا ہے تو کہیں دستار و رسوا کے لطف کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ کرنے والے حضرات میں جو بزم خلیفہ مسلمان اور اسلام کے بڑے ہمدرد ہیں اور جناب امام الانبیاء سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ رحمتہ اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے وہ مذاق اڑایا جا رہا ہے کہ لامان الحفیظ حدیث شریف پر اس بیباکی اور کھلی جسارت کے اپنے نفس مارہ کی پیروی میں کلام کرنے والوں کے اختراعات کو سننے سے قبل حیا سے کہتے کہ وہ انہیں ہندو کے غیرت کے کہتے کہ وہ نگاہوں کو جھل مہو جاتے شرم سے کہتے کہ وہ منہ مچھپا لے کہ اب کرا رہا ہے ان لوگوں کا جو حدیث رسول کو تسلیم کرنا گناہ عظیم سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کی عالمگیر ملت اور رسوائی کا اسے ذمہ و مقرر دیتے ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا واحد سبب محمد الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کرنا ہے اور قرآن کریم کے بعد حدیث شریف کو پس پشت ڈالنا ہے۔ سلیم جبریل جو نبی جناب غلام احمد پر بیرون جناب تمنا صاحب اور غلام جیلانی صاحب برقی اس کفر اور الحاد و زندہ کو پھیلانے میں پیش پیش ہیں چنانچہ غلام جیلانی صاحب برقی کی کتاب اسلام کا بہترین اور مدلل جواب بصورت کتاب صرف ایک اسلام آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جس میں ایسے مسکت اور دندان شکن جوابات دیئے گئے ہیں کہ منکرین حدیث کی تمام فریب کاریاں اور نکاریاں ہونڈ میں ہو جاتی ہیں اور ہر طبقہ کے مسلمان اس سے بخوبی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یہ کتاب اردو زبان میں ہے اور نہایت سہل اور پسندیدہ آیات اور روایات اور تاریخی واقعات سے لبریز ہے۔ نوٹ: منکرین حدیث کی کتاب مقام حدیث اور طلوع اسلام وغیرہ کی تردید میں قابل قدر کتاب شیعہ حدیث زیر ترتیب ہے جس کے قریب انشاء اللہ تعالیٰ ان کے تمام عقلی اور نقلی اعتراضات کا فوراً جواب دیا جائے گا۔

کے بعض پہلوؤں کی مزید تشریح کے لیے ”راہ ہدایت“ اور ”دل کا سرور“ ملاحظہ کریں۔
انشاء اللہ تعالیٰ بہت ہی فائدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی شریک و بدعت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

یاد رہے کہ اس کتاب میں ہر استدلال صرف نص قرآنی ہی سے کیا گیا ہے۔
البتہ اس کی تائید میں احادیث صحیحہ اور عبارات حضرات فہمائے کرام و غیر ہا پیش کی گئی ہیں۔ اس لیے گزارش ہے کہ اس مسئلہ پر خامہ فرسائی کرنے والے حضرات اس کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله الطيبين
وعلى آله واصحابه وازواجه وجميع ائمتهم الى يوم الدين۔ آمین ثم آمین

ابوالزہاد محمد سرفراز

خطیب جامع مسجد گھڑوہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

تین طلاقوں کے مسئلہ پر غیر مقلد عالم جناب مولوی
محمد امین محمدی صاحب کے مقالہ کا مدلل جواب

جواب مقالہ

اس کتاب میں جناب محمدی صاحب کے مقالہ کے جواب
کے ساتھ تین طلاقوں کے مسئلہ پر غیر مقلدین حضرات
کی طرف سے عام طور پر کئے جانے والے اعتراضات و
مغالطات کا مدلل جواب۔ اور عمدۃ الاثبات پر کئے گئے بے جا
اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ اور تین طلاقوں
کے مسئلہ کی آسان عام فہم انداز میں وضاحت کی گئی ہے۔

حافظ عبدالقدوس خان قارن

خزائن السنن جلد اول از کتاب الطہارۃ تا کتاب البیوع / جلد دوم۔ کتاب البیوع
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب صفدر دام مجد ہم جو ترمذی شریف پڑھاتے رہے۔ ان
نقاریہ کا مجموعہ کتاب البیوع تک خزائن السنن جلد اول کافی عرصہ پہلے شائع ہو چکا ہے کتاب البیوع پر
مشمول احاث جو مولانا صفدر صاحب کے بیٹے حافظ عبدالقدوس قارن نے طلبہ کو پڑھانے کے دوران
جمع کیں ان کو خزائن السنن جلد دوم کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔

قیمت جلد اول ۱۷۵، جلد دوم ۹۰ روپے

بخاری شریف غیر مقلدین کی نظر میں

ہر جگہ غیر مقلدین عوام الناس کو یہی باور کراتے ہیں کہ ہم بخاری شریف ہی کو اپنی دلیل بناتے
ہیں۔ اس رسالہ میں تقریباً چار درجن مسائل کی نشاندہی باحوالہ کی گئی ہے جن مسائل میں غیر
مقلدین حضرات بخاری شریف کو نہیں مانتے۔

قیمت ۱۸ روپے

مروجہ قضاء عمری بدعت ہے

علامہ عبدالحی لکھنویؒ کی کتاب ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعہ رمضان کا اردو ترجمہ ہے۔ جس میں
بتایا گیا ہے کہ رمضان المبارک کے آخر جمعہ میں جو قضاء عمری کے نام سے لوگ نوافل پڑھتے ہیں
ان کا کوئی ثبوت شریعت میں نہیں ہے بلکہ یہ بدعت ہے۔ اور اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ فقہ کی
کس قسم کی کتابوں سے فتویٰ دیا جاسکتا ہے اور کس قسم کی کتابوں سے نہیں۔

قیمت ۲۰ روپے

جنت کے نظارے

یہ کتاب علامہ ابن القیمؒ کی کتاب حادی الارواح الی بلاد الافراح کا اردو ترجمہ ہے۔ جس میں جنت اور اسکی نعمتوں کا ذکر صحیح احادیث کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ اور جنت سے متعلق اس قدر معلومات دی گئی ہیں جو شاید ہی کسی اور کتاب میں مل سکیں۔ قیمت ۸۰ روپے

امام اعظم ابو حنیفہؒ کا عادلانہ دفاع

یہ کتاب علامہ کوثری مصریؒ کی کتاب تانیب الخطیب کا اردو ترجمہ ہے جس میں ان اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں جو خطیب بغدادیؒ نے اپنی تاریخ میں امام ابو حنیفہؒ پر نقل کئے ہیں۔ قیمت ۱۲۰ روپے

مشہور غیر مقلد عالم مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کا مجذبانہ واویلا

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب دام مجد ہم کی کتابوں پر تنقیدی انداز میں ایک کتاب جناب اثری صاحب نے لکھی جسکا نام انھوں نے مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں رکھا۔ اس کتاب میں اثری صاحب کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ قیمت ۶۰ روپے

تصویر بڑی صاف ہے سبھی جان گئے جواب آئینہ ان کو دکھایا تو برا مان گئے۔ جناب اثری صاحب نے ہماری کتاب مجذبانہ واویلا کا جواب لکھا۔ یہ کتاب ان کے جواب کا جواب ہے۔ انشاء اللہ العزیز عنقریب منظر عام پر آرہی ہے

حمیدیہ ترجمہ و شرح اردو رشیدیہ

درس نظامی میں شامل فن مناظرہ کی کتاب رشیدیہ کا اردو ترجمہ و آسان مختصر تشریح ہے۔ قیمت ۵۵ روپے

مکتبہ صفدریہ نود گھنٹہ گھر گجراتوالہ کی مطبوعات

خزائن السنن تقریر ترمذی طبع سوم	احسن الکلام مسئلہ فاتحہ خلف الامام کی مدلل بحث طبع ہفتم	تسکین الصدور مسئلہ حیات النبی پر مدلل بحث طبع ہفتم	الکلام المفید مسئلہ تقلید پر مدلل بحث	ازالۃ الريب مسئلہ علم غیب پر مدلل بحث طبع ہفتم
راہ سنت رد بدعات پر لا جواب کتاب	آنکھوں کی ٹھنڈک مسئلہ حاضر و ناظر پر مدلل بحث	احسان الباری بخاری شریف کی ابتدائی اسماحت	طائفہ منصورہ نجات پانچواں گروہ کی علامت	ارشاد الشیعہ شیعہ نظریات کا مدلل جواب
درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ	عبادات اکابر اکابر علماء دیوبند کی عبارات پر اعتراضات کے جوابات	تبلیغ اسلام ضروریات دین پر مختصر بحث	گلدستہ توحید مسئلہ توحید کی وضاحت	دل کا سرور مسئلہ عقائد کی مدلل بحث
راہ ہدایت کرامات و معجزات کے بارہ میں صحیح عقیدہ کی وضاحت	بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم دیوبند کی حالات زندگی اور ان پر اعتراضات کے جوابات	ینابیع غیر مقلد عالم مولانا غلام رسول کے رسالہ تراویح کا اردو ترجمہ	چراغ کی روشنی معراج النبی کے بارہ میں قادیانی وغیرہ کے اعتراضات کے جوابات	مسئلہ قربانی قربانی کی فضیلت اور ایام قربانی پر مدلل بحث
عیسائیت کا پس منظر عیسائیوں کے عقائد کا رد	مقالہ ختم نبوت قرآن و سنت کی روشنی میں	المسلک المنصور اتمام البرہان رد توحیح البیان	حلیۃ المسلمین داڑھی کا مسئلہ	توضیح المرام آئی نزل سچ علیہ السلام
آئینہ محمدی سیرت پر مختصر رسالہ	شوق حدیث حجیت حدیث پر مدلل بحث	ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب و حاضر و ناظر	تنقید متین بر تفسیر قیم الدین	باب جنت بجواب راہ جنت
مودودی خطاب کا غلط فتویٰ	تفریح الخواطر بجواب تنویر الخواطر	چہل مسئلہ حضرات بریلویہ	عمدۃ الاثبات تین طلاؤں کا مسئلہ	الشہاب المبین بجواب الشہاب الثاقب
سماع موتی چالیس دعائیں	مقام ابی حنیفہ صرف ایک سلام	عالم الذکر بالجہر شوق جہاد	اخفاء الذکر ذکر آہستہ کرتا چاہیئے	مجدوبانہ واویلا مرزائی کا جنازہ
اطیب الکلام مخلص احسن الکلام	انکار حدیث کے نتائج منکرین حدیث کا رد	مرزائی کا جنازہ اور مسلمان	مولا نا ارشاد الحق اثری کا مجدوبانہ واویلا	غیر مقلدین کے متضاد فتوے

مطبوعات عمر اکادمی	خزائن السنن جلد دوم کتاب البیوع	جنت کے نظام علامہ ابن قیم کی کتاب عادی الارواح کا اردو ترجمہ	حمیدیہ فہمناظرہ کی کتاب رشیدیہ کا اردو ترجمہ	امام ابو حنیفہ کا عادلانہ دفاع
ایضاح سنت مصلح سنت	بخاری شریف غیر مقلدین کی نظروں میں	شیعہ کی جانب سے اہل سنت کے دشمنی پر اعتراضات کے جوابات وضو کا مسئلہ مسنون طریقہ	تین طلاؤں کے مسئلہ پر مقالہ کا جواب مقالہ	الدروس الواضحة فی شرح الکافیہ
مردہ قضائے عمری بدعت ہے				